احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نومبر ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

سچّی خوشحالی کا سرچشمہ

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"سچّی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے۔ پس جبکہ اُس حیّ و قیوم خدا سے یہ لوگ بیخبر ہیں بلکہ لاپروا ہیں اور اس سے مُنہ پھیر رہے ہیں تو سچّی خوشحالی اُن کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو اُس انسان کو جو اِس راز کو سمجھ لے۔ اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔ اِسی طرح تمہیں چاہیئے کہ اِس دُنیا کے فلسفیوں کی پَیروی مت کرو اور اُن کو عزّت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔ سچّا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنے کلام میں سکھلایا ہے۔ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اِس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچّے عِلم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۴)

تعلیم یافتہ گروہ ہے۔ (رپورٹ صفحہ ۲۸)

(۶) حضرت اقدس کے سفر :۔ اسی سال میں حضرت اقدس کو دو مرتبہ سفر بھی کرنا پڑا...... پہلا سفر تو اس مقدمے کے متعلق ہے جو آتھم والی پیشگوئی کا ایک ضمیمہ تھا جو ایک ابتلاء عظیم کے طور پر آیا۔ اس مقدمہ کے پیشتر ہی حضرت اقدس نے اپنے احباب کو بذریعہ خطوط اطلاع دے دی تھی کہ کوئی ابتلاء عظیم آیا چاہتا ہے...... تو ڈاکٹر مارٹن کلارک نے اقدام قتل عمد کا مقدمہ بنایا......ان کا ذکر وضاحت کے ساتھ کتاب البریہ میں ہو چکا ہے...... دوسرا سفر ملتان کا تھا اس سفر میں بھی ایک مقدمہ کی شہادت تھی۔ (رپورٹ صفحہ ۲۹)

(۷) جلسے :۔ اس سال میں حضرت اقدس کو تین مختلف تقریبوں پر عظیم الشان جلسے کرنے کی ضرورت ہوئی ان جلسوں میں صد ہا احباب شریک ہو کر روحانی برکات سے حصہ اٹھاتے رہے...... یادگار ڈائمنڈ جوبلی......اس جلسہ کی کارروائی جلسہ احباب کے نام سے ایک مختصری رپورٹ کی شکل میں شائع کی گئی۔

دوسرا جلسہ حضور کے لخت جگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ کے ختم القرآن کی تقریب (آمین) پر ہوا۔ اس جلسہ پر بھی بہت سے احباب تشریف لائے۔ جو آمین حضور نے اس موقع کیلئے تالیف فرمائی ہے۔ اس کو دیکھ کر انسان کو پتہ لگ سکتا ہے کہ حقیقی خوشی کیا چیز ہے......

تیسرا جلسہ وہ سالانہ جلسہ ہے جس کی یہ رپورٹ ہے۔ یہ جلسہ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۷ء سے شروع ہو کر یکم جنوری ۱۸۹۸ء تک رہا اس جلسہ میں دور دراز کے احباب شریک تھے جلسہ...... اس جلسہ کے متعلق قابل ذکر دو امر ہیں حضور مسیح الزمان کو ایک مجمع کثیر کے سامنے اپنی عملی زندگی سے ان نصائح اور ہدایت کو موثر بنانے کا موقع ملا جو آپ نے فرمائی تھیں......
دوسری بات...... سالانہ جلسہ کی روئیداد اور تقریروں کو شائع کرنے کی تجویز کی گئی۔ (رپورٹ صفحہ ۳۱)

۱۸۹۷ء کے اس آٹھ روزہ جلسہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تین عظیم الشان تقاریر فرمائیں علاوہ ازیں حضرت مولانا نور الدین صاحب...... حضرت مولانا عبدالکریم صاحب...... اور حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی...... نے مختلف موضوعات پر تقاریر فرمائیں جناب مولوی قائم الدین صاحب بی اے سیالکوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں عربی قصیدہ پڑھا اور ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے فارسی قصیدہ پڑھا۔

تقریر اوّل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے چند اقتباسات

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"اپنی جماعت کی خیر خواہی کیلئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نبوت ۱۳۷۶ ہش

نومبر ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ـــــــ ۳۸
شمارہ نمبر ـــــــ ۱۱

شرح چندہ

پاکستان ـــــــ ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ـــــــ چھ روپے

مرد خدا نے یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے جولائی ۱۸۹۸ء تک یک سالہ میعاد کا اشتہار جاری کیا جو رجوع سے مشروط تھا آخر بزرگ موصوف نے بذریعہ اخبار چودھویں صدی میں ان آثار اور علامات کو دیکھ کر اور محسوس کر کے توجہ کی درخواست کی جو اس کریم النفس امام نے منظور کی۔ (رپورٹ صفحہ ۲۵)

(iii)۔ مخالفوں کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا مگر کسی کو حوصلہ اور سکت نہ ہوئی۔ آخر قصور والا مولوی ذرا آگے نکلا اور بس ہاں کرتے ہی مارا گیا اور بہت جلد ہلاک ہوا۔ (رپورٹ صفحہ ۲۶)

(iv)۔ ان نشانات میں ایک عظیم نشان لیکن دل کو ہلا دینے والا اور روح کو تڑپا دینے والا نشان بھی تھا جو الہام انی مھین من اراد اھانتک کی صورت میں ایک عرصہ سے ہو چکا تھا اس کا نظارہ نادان ملا مکفر کو ایک جم غفیر کے روبرو کرسی مانگ کے دیکھنا اور دکھانا پڑا۔ (رپورٹ صفحہ ۲۶)

(۲) تالیف کتب :۔

اس سال میں پچھلے سالوں کی نسبت کتابیں بہت زیادہ تالیف کی گئیں۔ چنانچہ انجام آتھم، حجتہ اللہ، سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، استفتاء، سراج منیر اور کتاب البریہ کی تالیف کا سلسلہ بھی اسی سال شروع ہوا۔ (رپورٹ صفحہ ۲۶)

(۳) اشتہارات :۔

اشتہارات کا صیغہ بھی اس سال نہایت ہی ترقی پر رہا چنانچہ قریباً ڈیڑھ لاکھ اشتہار عربی، فارسی، اردو، انگریزی میں اندرونی اور بیرونی مخالفوں کے لئے شائع کیے گئے۔ کیا اس قدر تائید اور نصرت ایک عام انسان کی ہو سکتی ہے۔ (رپورٹ صفحہ ۲۶)

(۴) خطوط :۔

کتابوں اور اشتہاروں پر ہی اکتفاء نہیں اشاعت (دین حق) کا ایک اور طریق بھی ہے جو اس مامور نے باعلام الٰہی رکھا ہوا ہے وہ کیا؟ خط و کتابت۔ اس سال میں جس قدر خطوط جناب کو پہنچے اور جن کا جواب لکھا گیا ان کا اندازہ بہت مشکل ہے قرینے سے ہم کہہ سکتے ہیں کم و بیش بارہ ہزار خطوط اپنے احباب اور مخالفوں کو لکھے گئے...... یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس صیغہ میں ہمارے مخدوم مولانا مولوی عبدالکریم صاحب، مرزا خدا بخش صاحب اور حکیم فضل دین صاحب نے بہت حصہ لیا ہے۔ (رپورٹ صفحہ ۲۷)

(۵) مہمانوں کی آمدورفت :۔

پچھلے سالوں میں مہمانوں کی اس قدر کثرت نہیں تھی جس قدر لوگ اس سال میں آئے یہ تعداد بھی سال بھر میں ڈیڑھ ہزار سے کسی صورت میں کم نہیں رہی جن کی مہمان داری پر ایک کثیر رقم خرچ آتی ہے...... ان آنے والے لوگوں میں معمولی کم حیثیت کے لوگ نہیں بلکہ مولوی، حافظ، تاجر اور گورنمنٹ کے معزز اور مقتدر عہدے دار بڑے بڑے اہل الرائے اصحاب اور

اداریہ

حقوق و فرائض!

عموماً دیکھا گیا ہے کہ حقوق کی بحث اخباری کالموں اور مضامین کی زینت بنتی ہے۔ اور بہت کچھ لکھا جاتا ہے کہ فلاں حقوق سے محروم ہے فلاں طبقہ کے حقوق نہیں دئے جا رہے لیکن یہ بات بہت کم موضوعِ سخن بنتی ہے کہ وہ فرائض اور ذمّہ داریاں کیا ہیں جن کے پورا کرنے سے کسی کے حقوق ادا ہوں گے اور یہ یقینی بات ہے کہ باہمی تعلق رکھنے والے افراد کی کچھ ذمّہ داریاں بھی ہیں اور کچھ حقوق۔ اِسی طرح جب ایک فرد اپنے فرائض کو ادا کرے گا تو وہ دوسرے کا حق کہلائے گا۔

اِس مسئلہ کا بہترین حل تو محاسبۂ نفس میں ہے جس کا ذکر گزشتہ اداریہ میں ہو چکا ہے۔ انسانی معاشرہ میں خواہ گھر کا ماحول ہو یا ہمسائیگی کے تعلقات ہوں، گلی کوچہ کے مسائل ہوں، یا کاروبار کے معاشرہ کے ہر فرد کا دوسرے سے جو گہرا تعلق ہے اس میں حقوق و فرائض سامنے آتے ہیں۔ اگر ہر فرد اپنے محاسبہ پر توجہ دے تو اُسے کسی احتساب کا ڈر یا خوف نہیں رہتا۔ مگر ہر محاسبہ کا عمل ساتھ ساتھ ہے۔ وقت گزر جانے کی پشیمانی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ محاسبہ وقت پر ہو اور ہر صبح و شام ایسی گزرے کہ بیتے ہوئے لمحات کا محاسبہ ہو اور اگر فرائض سے کوئی غفلت یا کوتاہی ہوئی ہے یا غلطیاں سرزد ہوئی ہیں تو آئندہ کے لئے ان کا ازالہ ہو جائے۔

حقوق کے معاملہ کو بہتر طور پر حل کرنے کے لئے ان کا سمجھنا بھی ضروری ہے اور اس پر توجہ کم دی جاتی ہے۔ چنانچہ قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ جب ایک فرد اپنی ذمّہ داری ادا کر رہا ہوتا ہے تو وہ دوسرے کے حقوق ادا کرتا ہے۔ یعنی حقوق کی ادائیگی دوسرے فرد کے حقوق بنتے ہیں۔ اِسی طرح فرض اور ذمّہ داری کے ادا کرنے سے حقوق کا مسئلہ ہی نہیں رہتا اور نہ کبھی کوئی تنازعہ پیدا ہوتا ہے کہ فلاں فرد کے یا فلاں طبقہ کے حقوق نہیں مِل رہے۔ ایک گھریلو ماحول میں ہی میاں بیوی کے حقوق ہیں تو یہ حقوق کب بنتے ہیں جب وہ اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہوں اپنی ذمّہ داریوں کا پورا پورا احساس رکھتے ہوں۔ جب فرائض کا احساس نہ ہو اور محض حقوق کا ہی مطالبہ کیا جائے تو یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں۔ اِسی طرح ہمسایہ کا ہمسایہ کے ساتھ، خادم اور مالک کا اور علیٰ ہٰذا القیاس تمام طبقات کے باہمی حقوق اور ذمّہ داریاں ہیں جن کے ادا کرنے سے حقوق ادا ہوتے ہیں اور ایک خوشحال معاشرہ جنم پاتا ہے۔

اِس مسئلہ کا ایک اَور حل ہر فرد کے قول و فعل میں مطابقت بھی ہے جو نہایت نتیجہ خیز اور مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر قول و فعل کی باہم مطابقت نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ علم تو ہو مگر عمل نہ ہو تو علم بھی بے فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی دورنگی کو ناپسند کیا ہے اور ایسی زندگی کو گھٹیا درجہ کی زندگی قرار دیا ہے۔ ایسا وطیرہ انسان میں بزدلی پیدا کرتا ہے۔ اس سے جھوٹ، دھوکہ اور پست ہمتی کے رذائل پیدا ہوتے ہیں جن سے مومن کا محفوظ رہنا ضروری ہے۔

حقوق کے تعلق میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر شخص "راعی" یعنی ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے پورا کئے جانے کے بارہ میں مسئول بھی ہے۔ پس حقوق کے ادا کرنے سے متعلق اگر ہر فرد خود اپنا محاسبہ کر رہا ہو گا تو مسئول کی حیثیت سے اس پر وہ بوجھ نہ ہو گا اور وہ اِس دُنیا اور اُخروی زندگی میں سُرخرو ہو گا اور اس پر ربِّ کریم کی رضا اور خوشنودی سایہ فگن ہو گی۔

تذلّل اور عجز و انکسار

ایک انسان کا تذلّل اور عجز و انکسار خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ وہ اللہ کا بندہ تبھی بنتا ہے جب بندگی اور اطاعت کا وصف بدرجۂ اتم اس میں پایا جائے اور یہ وصف اسی شخص کے اندر پیدا ہوتا ہے جس میں اِنتہاء درجہ کا تذلّل اور عجز و انکسار پایا جاتا ہو اور یہی وہ نسخہ ہے جس سے حقیقی محبوب ملتا ہے اور اس وصل سے تعلق باللہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا ❊ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

یہی راہ فنا فی اللہ کی ہے جو بے خودی اور والہانہ محبت سے ملتی ہے۔ یہی زینہ ہے جس کے ذریعہ انسان کو دائمی زندگی ملتی ہے اور اسے لقاءِ الٰہی اور رضوانِ یار کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہ منزلیں "خودی" اور کبر سے نہیں ملتیں۔ یہی بَلیٰ مَنْ اَسْلَمَ کی شیریں آواز ہے کہ انسان نیستی اور تذلّل کا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گرے اور اپنی جان، مال، اولاد اور عزت و آبرو جو کچھ اس کے پاس ہے اُسی کے لئے قربان کر دے اِس طور جب وہ اپنے ربِّ کریم کو مقدم کرے گا تو وہ آسمان پر مقدم کیا جائے گا اور تمام برکتوں اور رحمتوں کا وارث ہو گا۔

امام الکلام

آسمان کے فیوض کی راہیں

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام "کشتی نوح" میں فرماتے ہیں:۔

"مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر رُوح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ اُن میں داخل ہو۔ تم اُس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اُٹھ اور اُس کھڑکی کو کھول دے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا جبکہ خدا نے دُنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں۔ تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جن کی اِس وقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں ان کے لینے سے انکار کرتے ہو؟ اُس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا۔ اس دُودھ کے لئے تم بچّوں کی طرح رونا شروع کرو کہ دُودھ پستان سے خود بخود اُتر آئے گا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلّاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑلے کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مَرنے کی نیّت سے اِس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اِس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔ یہی ہے جو خدا نے فرمایا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنی اے بَدو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنّم کی آگ پر گذر نہ کرے مگر وہ جو خدا کے لئے اُس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفسِ امّارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرّہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اُٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۵، ۲۶)

باخدا ہونے کیلئے لازمی شرط

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ ۲ مئی ۱۹۹۷ء (ہالینڈ) میں فرماتے ہیں:-

"اخلاق کا تعلق بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی سے ہے اخلاق کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ اپنے باپ، اپنی ماں، اپنے بہن بھائی، اپنے بچوں، اپنے عزیزوں، اپنے اقارب، ملنے جلنے والوں سب سے اس طرح حسن سلوک کریں کہ آپ کی ملاقات، آپ کا تعلق ان کیلئے خوشی کا موجب بنے کسی نفرت کا موجب نہ بنے اور آپ سے پوری طرح وہ امن کی حالت میں رہیں۔ سچے اخلاق کی یہی تعریف ہے۔ کسی کو یہ خطرہ نہ ہو کہ یہ........ جو تعلق رکھ رہا ہے تو اس کی نیت میری کسی ملکیت پر، میرے کسی مال پر ہے، میرے بعض حقوق پر ہے، میرے بعض رشتہ داروں پر ہے۔ اگر ایسی نیت اور یہ فساد تعلقات میں داخل ہو جائے تو یہ تعلقات اخلاق نہیں کہلائیں گے۔ یہ بد خلقی کی بدترین قسم بن جاتی ہے۔.......

...... بظاہر بہت سے انسان آپ کو اخلاق والے دکھائی بھی دیتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے اس کردار کو اخلاق کہا نہیں جا سکتا۔ پھر روز مرہ کے ایسے انسان بھی دکھائی دیتے ہیں جو آپ سے براہ راست کچھ نہ بھی چاہتے ہوں مگر ان کا حسن سلوک، ان کی نرمی کی بات محض ایک سطحی بات ہے۔ ایک دکھاوا سا ہے اور جہاں کہیں بھی آپ کے مقاصد میں اختلاف ہو وہیں وہ اپنے پر پرزے نکالتے ہیں اور بڑی بدتمیزی اور بدخلقی سے آپ سے معاملہ کرتے ہیں تو اخلاق جو ایک بنیاد صفت ہے، **اخلاق کو اس کے اصل معنوں میں سمجھنا اور اختیار کرنا یہ باخدا ہونے کیلئے ایک لازمی شرط ہے۔** اتنی سی بات ہے، سادہ سی، کیوں لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر آپ کسی کو جان لیں کہ وہ بداخلاق ہے تو آپ کو اس کا اپنے گھر پر سایہ بھی نہ پڑنے دیں گے۔ اس سے آپ دور بھاگتے ہیں۔ ہمیشہ دور کی صاحب سلامت رکھتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بد خلق انسان کو اپنے قریب کرے اور اپنی صحبت میں بٹھائے کیونکہ یہ ایک دائمی حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو اچھے انسان ہوں وہ اچھی صحبت کو پسند کرتے ہیں اور اگر پتہ چلے کہ کوئی شریر انسان ان کی صحبت میں رہتا ہے تو اس کو دور کر دیتے ہیں۔ پس اللہ تو ہر بات کا عالم ہے، ہر بات سے واقف ہے، ہر چیز سے باخبر ہے وہ ایسے انسان کو جو اخلاقاً بد ہو اس کو اپنے قریب نہیں بٹھاتا "اپنے قریب نہیں کرتا....." (الفضل انٹرنیشنل لندن ۲۰ جون ۱۹۹۷ء)

عربی منظوم کلام

وَمَا اَنَا اِلَّا نَائِبُ اللّٰہِ فِی الْوَرٰی فَفِرُّوْا اِلَیَّ وَجَانِبُوا الْبَغْیَ وَاحْذَرُوْا

اور مَیں مخلوق کے لئے خدا کا نائب ہوں۔ پس میری طرف بھاگو اور نافرمانی چھوڑ دو اور ڈرو

وَاِنَّ قَضَاءَ اللّٰہِ یَأْتِیْ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا کَانَ اَنْ یُّطْوٰی وَیُلْغٰی وَیُحْجَرُ

اور خدا کی تقدیر آسمان سے آئے گی اور ممکن نہیں ہو گا کہ موقوف رکھی جائے اور باطل کی جائے اور روک دی جائے

وَاَرْسَلَنِیْ رَبِّیْ بِاٰیَاتِ فَضْلِہٖ لِاَعْمُرَ مَا ھَدَّ اللِّئَامُ وَدَعْثَرُوْا

اور خدا نے اپنے نشانوں کے ساتھ مجھے بھیجا تا کہ مَیں اس عمارت کو بناؤں جو لئیموں نے اس کو توڑا اور ویران کیا

وَفِی الدِّیْنِ اَسْرَارٌ وَّسُبُلٌ خَفِیَّۃٌ وَیُظْھِرُھَا رَبِّیْ لِعَبْدٍ یُّخَیِّرُ

اور دین میں بھید ہیں اور پوشیدہ راہیں ہیں اور میرا ربّ وہ بھید اس بندہ پر ظاہر کرتا ہے جس کو چن لیتا ہے

وَکَمْ مِّنْ حَقَائِقَ لَا یُرٰی کَیْفُ شَبْحِھَا کَنَجْمٍ بَعِیْدٍ نُوْرُھَا یَتَسَتَّرُ

اور بہت سی حقیقتیں ہیں جو ان کی صورت نظر نہیں آتی۔ اس ستارہ کی طرح جو دُور تر ہے بباعث دوری ان حقائق کا نور چھپ جاتا ہے

فَیَاْتِیْ مِنَ اللّٰہِ الْعَلِیْمِ مُعَلِّمٌ وَیَھْدِیْ اِلٰی اَسْرَارِھَا وَیُفَسِّرُ

پس خدا کی طرف سے ایک معلّم آتا ہے اور اس کے بھید ظاہر کرتا ہے اور بیان فرماتا ہے

وَاِنْ کُنْتَ قَدْ اٰلَیْتَ اَنَّکَ تُنْکِرُ فَکِدْنِیْ لِمَا زَوَّرْتَ فَالْحَقُّ یُظْھَرُ

اور اگر تُو نے قسم کھالی ہے کہ تُو انکار کرتا رہے گا پس تُو جس طرح چاہے اپنی دروغ بازی سے فریب کر اور حق ظاہر ہو کر رہے گا

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹)

فارسی منظوم کلام

○

زمانِ یقظ بیامد ہنوز در خوابی　　شنو کہ ہر سحر از ہاتف این ندا باشد

جاگنے کا وقت آگیا مگر تُو ابھی نیند میں ہے۔ سُن کہ ہر پچھلی رات کو فرشتہ یہی آواز دیتا ہے

بعلم و فضل و کرامت کسے بما نرسد　　کجاست آنکہ زِ ارباب اِدّعا باشد

علم و فضل اور کرامت کے زور سے کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہاں ہے وہ شخص جو علم و فضل و کرامت کا مدعی ہے

ہزار نقد نمائی یکے چو سکّۂ ما　　بہ نقشِ خوب و عیار و صفا کجا باشد

تُو ہزاروں سکّے دکھائے پھر بھی چمک دمک اور کھرا ہونے میں ہمارے سکّہ کی برابری نہیں کر سکتا

مؤیّدے کہ مسیحا دم است و مہدیٔ وقت　　بشانِ اُو دِگرے کے زِ اتقیا باشد

وہ تائید یافتہ شخص جو مسیحا دم اور مہدیٔ وقت ہے اس کی شان کو دیگر اتقیا میں سے کوئی کیسے پہنچ سکتا

چوں غنچہ بُود جہانے خموش و سر بستہ　　مَن آمدم بقدومے کہ از صبا باشد

یہ جہان ایک غنچہ کی طرح بند تھا میں (اِس کے لئے) اُن برکتوں کو لے کر آیا ہوں جو بادِ صبا لایا کرتی ہے

چہ فتنہ ہا کہ بزادست اندریں ایّام　　کُدام راہِ بدی کُو درا اختفا باشد

اِس زمانہ میں کس قدر فتنے پیدا ہو گئے ہیں اور کونسا راستہ بدی کا ہے جو مخفی ہے

محال ہست کزیں فتنہ ہا شوی محفوظ　　مگر ترا چو بمن گامِ اقتدا باشد

تیرا اِن فتنوں سے بچنا محال ہے سوائے اِس کے کہ تُو میری پیروی کرے

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۳)

احمدیوں کو خاص طور پر صلوٰۃِ وسطیٰ کا نگران ہونا چاہیئے

عبادت ہی دراصل وہ بنیادی انسان کی صفت ہے جو اسے خدا کا بندہ بناتی ہے

نمازوں کو قائم کریں اپنے گھروں میں بھی اپنے گردوپیش، اپنے ماحول میں بھی اور صلوٰۃِ وسطیٰ کی حفاظت کریں اور صبح کی نماز کی طرف واپس لوٹیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ اخاء ۱۳۷۶ہش بمطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۷ء

آج کے جمعہ میں نصف گھنٹے کی تاخیر کا سبب صرف یہ بنا کہ گزشتہ تین جمعے سفر کی حالت میں آئے جو ڈیڑھ بجے شروع ہوتے تھے اور مسلسل تین دفعہ ڈیڑھ بجے جمعہ پڑھنے کے نتیجہ میں یہ بات ایسی پختہ ذہن میں بیٹھ گئی کہ آج بھی ڈیڑھ بجے ہی جمعہ ہو گا کہ ذہن اس طرف گیا ہی نہیں کہ اس سے پہلے ایک بجے یہاں جمعہ ہوا کرتا تھا اور یہاں بھی کسی نے مجھے توجہ نہ دلائی بلکہ جمعہ کی یاددہانی بھی سوا بجے کرائی گئی۔ پس اس لئے جو میری ذہنی تیاری تھی کہ ڈیڑھ بجے میں جمعہ پڑھوں گا۔ اسی پر میں قائم رہا اور آج جمعہ ڈیڑھ بجے ہی ہو رہا ہے۔ یہ جمعہ ایک خاص جمعہ ہے کیونکہ Friday The 10th ہے آج' اور اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمیں امید ہے کہ خدا تعالیٰ آج کے دن بھی بہت سے نشان دکھائے گا' جو نشان ہمیں دیکھنے میں آئیں گے جو بھی خدا کی طرف سے خیرات ملے گی ہم اس پر خوش ہوں گے اس کا سجدہ تشکر بجا لائیں گے لیکن ابھی آنے سے پہلے گیمبیا سے امیر صاحب کا جو فون آیا ہے وہ بھی اپنی ذات میں ایک نشان ہے ہر جمعہ خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی اپنی جھلکیاں اپنے کرشمے ایسے دکھاتا ہے جس سے دل مزید سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ گیمبیا میں جو شرارت چل رہی تھی۔ جس کے متعلق میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے ذریعہ بار بار خوشخبری دی اور اس کے بعد میں نے فکر کرنا بند کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہر جمعہ خدا تعالیٰ کوئی تازہ نشان ضرور دکھاتا ہے اور آج کا نشان انہوں نے یہ بتایا کہ وہ سیکرٹری جنرل جو بوجنگ صاحب کے بعد سب سے زیادہ شرارت کر رہا تھا اور بہت تکبر سے کام لے رہا تھا۔ آج گیمبیا ریڈیو میں اعلان ہوا ہے کہ اس کو برطرف کر دیا گیا ہے۔ پس یہ ایک چھوٹی سی بات سہی مگر امید ہے کہ اس کے نتائج بہت دور رس نکلیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بھی انعام ملے جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا

ہم تو اس رسول کے غلام ہیں جو بارش کے پہلے قطرے کو بھی اپنی زبان پر لیا کرتا تھا۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اس لئے نشان خواہ آپ چھوٹا سمجھیں یا بڑا سمجھیں جو اللہ کا فضل ہے وہ اللہ ہی کا فضل ہے اسی کی دین ہے اور اس پر ہمیں ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہئے۔ اس جمعہ سے تعلق میں مجھے یہ خیال تھا کہ میں کوئی ایسا اہم مضمون بیان کروں جو Friday The 10th کی نسبت سے موزوں ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ بعض اسے اتفاق سمجھیں گے مگر میں ایک الٰہی اشارہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو بڑی بڑی جماعتوں کی طرف سے مجھ سے مطالبہ ہوا۔ چند دن پہلے کہ اس سال ان کیلئے کوئی ایسا Target مقرر کروں ایسا مطمع نظر بیان کروں کہ جس میں وہ ساری دنیا کی جماعتوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں ان میں ایک جرمنی اور ایک امریکہ۔ ان دونوں نے درخواست کی کہ ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں کہ ہم اس میں غیر معمولی محنت کر کے سب دنیا سے آگے بڑھ جائیں تو اس وقت مجھے خیال آیا کہ وہ غیر معمولی کونسی ایسی محنت ہو سکتی ہے جو سب محنتوں پر فائق ہو تو دماغ میں نماز ہی ابھری اور مجھے خیال آیا کہ نماز سے بہتر اور کوئی تلقین ممکن نہیں اس لئے دونوں جماعتوں کو آج میں نماز کا ٹارگٹ دیتا ہوں کہ نماز میں غیر معمولی محنت کریں اور تمام خدام اور انصار بھی جو ان کے زیر اثر ہوں اور بچے اور عورتیں جن تک یہ پیغام پہنچایا جا سکے سب پر نماز کے بارے میں محنت کریں کیونکہ یہ وہ مرکزی چیز ہے۔ اگر یہ سنور جائے تو سب کچھ سنور جائے گا۔ نماز ہی دراصل عبادت کا معراج ہے۔ نماز پر جتنا بھی غور کریں اتنا ہی کم ہو گا اور ہر غور کے نتیجے میں نئے نکات سامنے آتے ہیں نئی گہرائیوں میں انسان کا ذہن اترتا ہے نئے عروج حاصل کرتا ہے اور نماز وہ جگہ ہے جہاں بلندی اور پستی اپنے عروج اور مزاج کے انکسار کی وجہ سے ایک ہو جایا کرتی ہیں یہ ایک فرضی کہانی نہیں بلکہ ایک گہری حقیقت ہے کہ نماز کے معراج کا تعلق انسان کے انکسار سے ہے۔ سب سے بڑا معراج سجدوں میں ہوتا ہے اور سجدہ ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان زمین کے ساتھ لگ کر اپنی انتہائی پستی کا اقرار کرتا ہے اور وہیں سے سبحان ربی الاعلیٰ کی صدا بلند ہوتی ہے کہ پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے۔ پس ہر ترقی کا راز انسانی نفس کی اس پستی میں ہے جو وہ خود خدا کی خاطر اختیار کرے اور اسی سے ساری ترقیاں وابستہ ہیں اور نماز میں ہمیں یہ گر سکھایا ہے اس پہلو سے جب میں نے ان دونوں کو نماز کا ٹارگٹ دیا تو ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ اس جمعے کا مضمون بھی خدا تعالیٰ نے خود ہی سکھا دیا ہے کہ یہ جمعہ جس نئے سال کا آغاز کرے گا اس میں جماعت احمدیہ غیر معمولی طور پر نماز کی طرف متوجہ ہو جائے اس کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ سفر کے دوران ایک واقعہ گزرا جس کا میری طبیعت پہ گہرا اثر تھا۔ ایک احمدی بچی نے جو شادی شدہ ہے آگے اس کے بچے بھی ہیں۔ اس نے اپنے خاندان کی ملاقات کے بعد مجھ سے الگ وقت چاہا کہ چند منٹ میں نے بہت ضروری بات کرنی ہے جب میں نے وقت دیا تو اس پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ بات کرنا مشکل ہو رہی تھی مجھے کئی قسم کے وہم آئے کہ اس بے چاری کو شاید خاوند کی طرف سے کوئی جسمانی یا مالی دکھ ہے یا اور مسائل ہیں یا ساس سسر وغیرہ کی طرف سے تکلیفیں ہیں۔ لیکن میں صبر سے انتظار کرتا رہا کہ وہ ذرا اپنے آپ کو سنبھال لے تو مجھ سے بات کرے۔ اس نے بات اس طرح شروع کی کہ مجھے اپنے خاوند کی طرف سے کوئی جسمانی یا دنیاوی تکلیف نہیں بہت ہی نیک

طبیعت کا انسان ہے۔ ہر طرح سے میرا خیال رکھتا ہے اور بچوں کا بھی خیال رکھتا ہے جو چاہوں جس طرح چاہوں وہ مجھ پر خرچ کرتا ہے اور میرے کہنے میں جماعت کے چندے بھی ادا کرتا ہے لیکن...... یہ کہتے ہوئے پھر وہ پھوٹ پھوٹ پڑی کہ مقصد یہ تھا' یہ کہنا چاہتی تھی کہ نماز نہیں پڑھتا۔ ایک تو میرے دل پر اس بات کا بہت گہرا اثر پڑا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی بچی اپنے خاوند کے نماز نہ پڑھنے کے نتیجہ میں اتنی غمزدہ ہے کہ اس کی ہر دوسری خوبی اس کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہی وہ سمجھتی ہے کہ اگر یہ نماز نہیں پڑھتا تو کچھ بھی نہ رہا اور یہ بات بالکل درست ہے اگر نماز نہ رہی تو کچھ بھی نہ رہا۔ بسا اوقات میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے اور ویسے نیک بظاہر اور باقی باتوں میں اچھے ہوتے ہیں لیکن ان کی نیکی یا ان کی باقی باتوں میں بظاہر نظر آنے والی نیکی اور باقی باتوں میں اچھا ہونا دراصل ان کے مزاج کا حصہ ہے ان کے ایمان کا حصہ نہیں۔ ایمان کے نتیجہ میں جو نیکی عطا ہو اور ایمان کے نتیجہ میں اگر مزاج سدھریں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ ایسا انسان نماز پر قائم نہ ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی جبروت کا جو گہرا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اس سے پہلا تقاضا اس کی عبادت کا اٹھتا ہے اگر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کا دل پر اثر ہے تو ناممکن ہے کہ اس کی عبادت کی طرف دل متوجہ نہ ہوں پس اس پہلو سے مجھے آج جمعہ کیلئے یہی مضمون سمجھ آیا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دو بڑی دنیا کی جماعتوں کی طرف سے مطالبہ کہ ہمیں کچھ آج اس جمعہ پر کوئی ٹارگٹ دیا جائے اور اس بچی کا جو اثر دل پر تھا ان سب نے مل کر مجھے آج کے جمعہ کیلئے نماز کے موضوع پر دوبارہ گفتگو کرنے کا موقع عطا کیا ہے۔ اس موضوع پر میں بارہا پہلے بھی خطبات دے چکا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے دیر ہو گئی تھی اور جماعت کو دوبارہ متوجہ کرنے کی ضرورت تھی۔

سورہ فاتحہ کے بعد آج کی تلاوت کیلئے یہ آیت میں نے چنی حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ اپنی نمازوں پر حفاظت کیلئے مستعد ہو جاؤ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى اور خصوصیت کے ساتھ صلوۃ الوسطی کی طرف توجہ کرو اور اس میں کسی قسم کا جھول نہ آنے دو وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ اور اللہ تعالیٰ کے حضور فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں صلوٰۃ الوسطیٰ سے کیا مراد ہے اس موضوع پر میں کچھ گفتگو کروں گا اور مزید نماز سے متعلق حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات جو پہلے بھی میں پیش کر چکا ہوں اب دوبارہ آپ کے سامنے پیش کروں گا کیونکہ میں سمجھتا ہوں یہ تین اشارے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے تھے یہ بے غرض نہیں ہیں بلکہ اب پھر ضرورت ہے کہ جماعت کو دوبارہ نماز کی طرف متوجہ کیا جائے اس ضمن میں اردو کلاس میں یہ بھی مجھے یہی موقع ملا کہ ان کو نماز سکھانی شروع کروں اور اگرچہ وہ لوگ' بچے اکثر انگریزی (زبان میں) نماز جانتے تھے لیکن اردو میں بھی انہیں خاص طور پر نماز سکھانے کا موقع ایسا ملا جس سے میں سمجھتا ہوں کہ سب دنیا کو فائدہ پہنچے گا۔ پہلی بات صلوٰۃ وسطیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر قوم کیلئے مختلف حالات ہوا کرتے ہیں اسی طرح انفرادی طور پر لوگوں کے حالات بدلتے ہیں اور ان بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے جو قومی ہوں یا انفرادی ہوں صلوٰۃ وسطیٰ کا معنی بھی ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ صلوٰۃ وسطیٰ اس نماز کو کہا جاتا ہے جو عین کاموں کے بیچ میں آئے۔ یعنی ظہر کی نماز مراد

نہیں ہے جو وسطیٰ نظر آتی ہے۔ بیچ میں جو دکھائی دیتی ہے۔ وقت کے لحاظ سے بلکہ صلوٰۃ وسطیٰ وہ نماز ہے جو انسان کے کاموں کے بیچ میں آئے۔ جہاں اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے اور یہ نماز آج کل کے تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی نماز ہے سب سے زیادہ عدم توجہی صبح کی نماز پر ہے اور خاص طور پر ان معاشروں میں جن میں راتوں کو دیر تک جاگنے کا رواج ہے۔ صبح کی نماز کو سب سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ انسان کو سب سے بڑا نقصان صبح کی نماز پہ توجہ نہ دینے کے نتیجہ میں ہو رہا ہے اور یہ ایک ایسی بیماری ہے جو بعض بڑے بڑے اچھے سمجھے جانے والے خاندانوں میں بھی ہے بلکہ زیادہ متمول خاندانوں میں یہ بیماری زیادہ پائی جاتی ہے اکثر میں نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگ راتیں دیر تک جاگ کر گزارتے ہیں اور مجلسیں گپوں سے سجتی ہیں ہر قسم کی باتیں جن کا زندگی کی حقیقتوں سے کوئی تعلق نہ بھی ہو محض کپڑوں کی باتیں ہی ہوں ان باتوں میں بے حد وقت خرچ کیا جاتا ہے اور جب صبح تھک ہار کر انسانی توجہ میں کوئی جان نہ رہے اور گہری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی اہلیت ہی نہ رہے اس وقت وہ تھکے ہارے سو جاتے ہیں اور پھر صبح ۱۰، ۱۱ بجے آنکھ کھلی جب کہ نماز ہاتھ سے نکل گئی اور یہ اس آیت کریمہ کے بعینہٖ مخالف بات ہے یہ بیماری ہر گھر میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ غرباء میں نسبتاً کم ہے جن کے پاس رات کو مجلسیں لگانے کے وقت نہ ہوں جو دن کے تھکے ہارے گھر آ کر سو جاتے ہوں ان کو اس قسم کی عیاشی کا وقت ہی نہیں ملتا نہ ان کے نزدیک یہ کوئی عیاشی ہے کہ جیسا بھی ہوا روکھی سوکھی کھا کر سونے والے، اس کے بعد پھر جاگیں اور بے وجہ مجلس لگائیں یہ فطرت کے خلاف بات ہے مجلسیں لگانے والوں کے ہاں عموماً چائے بھی چلتی ہے وہ وقتاً فوقتاً کھانے کی دوسری چیزیں بھی پیش ہوتی ہیں اور پھر ان کو مجلس کا مزہ آتا ہے اور مجلس خوب رچتی ہے۔ لیکن یہ مجلس اللہ کی مجلس نہیں ایسی مجلس کے خلاف آنحضرت ﷺ نے مختلف رنگ میں مختلف وقتوں میں بڑی سختی سے اظہار فرمایا پس جماعت احمدیہ کو از سر نو صحیح رستے پر گامزن کرنے کیلئے ضروری ہے کہ یہ تلخ مثالیں بھی آپ کے سامنے رکھی جائیں مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ دنیا میرے اس اقرار اور اعتراف پر ہمیں کیا سمجھتی ہے میری جواب دہی تو صرف اللہ کے سامنے ہے اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم اپنی ان کمزوریوں پر نظر نہ رکھیں جن پر نظر رکھنا از بس ضروری ہے جن پر نظر رکھنے کیلئے قرآن کریم نے بار ہا توجہ دلائی ہو جن پر نظر رکھنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے اور آپ کی غلامی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار توجہ دلائی ہو ان کو نظر انداز کرنا حقیقت (دین) کو نظر انداز کرنا ہے۔ پس میں اس بیان سے نہیں شرماتا کہ یہ کمزوری ہماری جماعت میں پائی جاتی ہے اور خصوصاً جماعت کے ایک ایسے طبقے میں پائی جاتی ہے جس کا ہر خاندان سے تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان سے بھی تعلق ہے۔ یہاں بھی نئی نسلیں بعض ایسی پیدا ہوئی ہیں (جو) جن کے ماں باپ نمازوں پر قائم تھے مگر انہوں نے نمازوں کی اہمیت کو بھلا دیا اور کیونکہ خاندان بحیثیت مجموعی نیکی کی طرف لیجانے والا خاندان ہے روایات کے لحاظ سے میرا مطلب ہے اور عموماً یہ لوگ چندوں میں بھی آگے ہیں اور دن کی نمازیں بھی ٹھیک ادا کرتے ہیں اس لئے صبح کی نماز کو چھوڑنا ان کو کوئی بدی دکھائی نہیں دیتا جو بالکل غلط ہے۔ صبح کی نماز کو چھوڑنا قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا اس مرکزی نیکی کو چھوڑنا ہے جس پر باقی

نیکیاں قائم ہیں اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو گویا سب نمازیں ہاتھ سے جاتی رہیں۔ ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز پر نہ آنے والوں کے متعلق اس قدر غم اور خفگی کا اظہار فرمایا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ جائز ہوتا تو میں بعض لوگوں کو لکڑی کے گٹھے اٹھواتا اور ان گھروں کو جلا دیتا جن گھروں میں لوگ آرام سے سوئے پڑے ہیں اور صبح کی نماز کی طرف توجہ نہیں ہے اب بظاہر یہ بہت ہی خشمگیں اظہار ہے۔ بڑی سختی پائی جاتی ہے اس میں، لیکن ایک تو آنحضرت ﷺ نے ایسا نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ اس معاملے میں وہ جسمانی سختی یا مادی سختی سے کام لے۔ لیکن اس بات کی تکلیف ہونا ضروری ہے اور ہر گھر والا کم سے کم اس تکلیف میں ذمہ دار ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کرے اور جب اپنے بچوں کو اس قسم کی کمزوری میں مبتلا دیکھے تو گہری تکلیف محسوس کرے اور جہاں تک سختی کا تعلق ہے جو آپ کو دکھائی دے رہی ہے یہ دراصل ایک انذار ہے کہ جو صبح کی نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے لئے جہنم کا سامان کرتا ہے اور بہتر ہے کہ اخروی جہنم کی بجائے اسی دنیا میں انکے گھر جلا دیئے جائیں۔ یہ ایک پیغام ہے ایک غصے کا اظہار نہیں ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تمام باتیں بہت گہرائی رکھتی تھیں اور ہر اظہار میں ایک پیغام ہوا کرتا تھا۔ بہت معنی خیز اور دیرپا اثر رکھنے والا۔ اس حدیث میں مجھے یہی پیغام ملتا ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، جو لوگ صبح کی نماز سے غافل ہیں وہ گویا اپنے جلنے کا انتظام کر رہے ہیں جس کا تعلق دوسری دنیا سے ہوگا اور ان کے لئے بہت بہتر ہوگا کہ اسی دنیا میں جل جاتے بجائے اس کے کہ بعد کی جواب طلبی میں مبتلا ہو کر جہنم کے عذاب کو مول لیتے۔

پس نماز صبح خصوصیت کے ساتھ میرے پیش نظر ہے مگر صلوۃ وسطی میں اور نمازیں بھی آتی ہیں۔ یہاں یورپ میں اکثر یہ رواج ہے کہ کام پر جاتے ہوئے، کام کی مصروفیت کی وجہ سے، دن کی وہ نمازیں ضائع کر دیتے ہیں جو عین کام کے دوران آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نمازیں ضائع کرنا مجبوری ہے اور اس وقت کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یا نقصان اٹھاتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کا جو فریضہ ان پر عائد ہوتا ہے اس سے غافل ہو جاتے ہیں۔ صلوٰۃ وسطیٰ یعنی کاموں میں گھری ہوئی نماز، جتنا کاموں میں گھرتی ہے اتنا ہی بڑا چیلنج بن جاتی ہے۔ جتنا ہی بظاہر اس پر عمل کرنا اس کا حق ادا کرنا مشکل ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اس کا حق بلند ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کاموں میں گھری ہوئی نماز سے آپ عدم توجہ کریں اور اپنا گہرا نقصان نہ کریں پس یہ نماز جتنی مصروفیتوں میں آئے اتنا ہی زیادہ آپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے، آپ کی توجہ کو اپنی طرف سے دور نہیں ہٹاتی۔ پس وہ ساری مغربی قومیں جن میں ایسی نمازیں خواہ دن کو آئیں یا رات کے کام کے دوران آئیں ان میں احمدیوں کو خاص طور پر صلوٰۃِ وسطیٰ کا نگران ہونا چاہئے۔ اور سوچیں کہ اگر وہ کام کی مجبوریوں کی وجہ سے اس نماز کا حق ادا نہیں کرسکتے تو کام چھوڑ دیں کیونکہ یہ کام تو دنیا کا کام ہے لیکن اللہ کا کام نہ چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فریضہ عائد فرمایا ہے اس کو بہرحال سرانجام دینے کی کوشش کریں یہ ایک لازمی حقیقت ہے جس سے روگردانی اپنے زندگی کے سب سے اہم فریضہ سے روگردانی ہوگی جس سے روگردانی کے نتیجہ میں آپ کی عاقبت بھی خراب ہوگی اور دنیا بھی خراب ہوگی اس لئے از سر نو اس معاملے پر غور کریں اور اس درمیانی نماز کی حفاظت کیلئے انتظام کریں۔ اگر آپ کے Employers یعنی جو آپ

کو دنیاوی خدمت کا یا روٹی کمانے کا موقع دیتے ہیں اگر وہ اس بات کو سمجھ جائیں اور آپ انہیں سمجھا سکیں تو پھر کوئی مشکل نہیں آپ کو عین مصروفیتوں کے دوران بھی نماز کا حق ادا کرنے کا موقع مل سکتا ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ سمجھیں تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے رزق دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی سب سے بڑا رازق ہے لیکن اگر کوئی قربانی کا وقت ہے اور ایمان کو بچانے کا وقت ہے تو یہ وہ وقت ہے کہ جہاں آپ اپنے عمل سے ثابت کر سکیں کہ آپ کو اللہ کی رضا زیادہ پیاری ہے اور دنیا کے رزق اس کے مقابل پر کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتے ان کو وہی مقام دیں جو ان کا مقام ہے۔ یعنی حقیر دنیا کا مقام اور نماز کو وہی مقام دیں جو اس کا مقام ہے یعنی عزت اور بزرگی کا وہ مقام کہ جتنا زیادہ اس پر حملہ ہو اتنا ہی زیادہ یہ مستعد ہو جاتی ہے اور اتنا ہی زیادہ سربلند کر کے اپنی طرف بلاتی ہے کہ آؤ اور میرے تقاضے پورے کرو۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ عالمگیر ہر جگہ اسی حقیقت کی طرف دوبارہ متوجہ ہوگی جس کی طرف میں پہلے بار ہا متوجہ کرتا رہا ہوں کہ ہماری زندگی‘ ہماری جان‘ ہماری دنیا‘ ہماری آخرت نماز میں ہے اگر نماز نہ رہے تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ اللہ کے فرمانبردار ہو کر کھڑے ہو جاؤ ایسی نماز کے وقت جب آپ دنیا کو ترک کرتے ہیں اور خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کی صحیح معنوں میں فرمانبرداری کہا جاتا ہے اگر یہاں ایسی اہم نماز سے توجہ چھوڑ دیں‘ توجہ ہٹالیں‘ تو پھر یہ دعویٰ کہ ہم خدا کے حضور فرمانبردار ہو کر کھڑے ہوتے ہیں محض ایک جھوٹی بات ہے‘ ایک زبانی دعویٰ ہے۔ اس کی کوئی بھی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ اسی ضمن میں‘ میں نے بہت سا مواد اکٹھا کیا ہے جو پہلے بھی آپ کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں اور اب میں سمجھتا ہوں کہ شاید ایک دو اور جمعے بھی اسی مضمون پر مجھے خطاب کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ ترمذی کتاب الصلوۃ سے روایت لی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں:۔

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے نجات پالی‘ اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا اور گھاٹے میں رہا اگر اس کے فرضوں میں کوئی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں اگر نوافل ہوئے تو فرضوں کی کمی ان نوافل کے ذریعے پوری کر دی جائے گی اسی طرح اس کے باقی اعمال کا معائنہ ہوگا اور ان کا جائزہ لیا جائے گا۔“

یہاں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر فرائض میں کوئی کمی ہو گئی تو نوافل سے......... اس کمی کا ازالہ کیا جائیگا یعنی اس کمی کو نوافل کے ذریعہ پورا کر دیا جائیگا اس سے یہ نہ سمجھیں کہ فرائض میں کمی کی اجازت دی جا رہی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو نوافل ادا کرتے ہیں وہ فرائض سے غافل ہو ہی نہیں سکتے۔ نوافل ادا کرنے والوں ہی کے فرائض ہیں جو دراصل پورے اترتے ہیں یعنی معیار پر پورے اترتے ہیں۔ پس اگر نوافل ادا کرنے والوں کا ذکر ہے ان سے (نوافل کا حساب) نوافل کا اجر منتقل کر کے فرائض کی کمی کی طرف ڈالا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ایسے نیک بندوں کی بات ہو رہی ہے جو

نوافل ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور فرائض پورا کرنے کے باوجود اس کے علاوہ نوافل ادا کرتے ہیں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص فرائض ادا نہ کرتا ہو اور نوافل ادا کرتا ہو۔ پس اس سے رخصت نہ سمجھیں کہ فرائض سے عدم توجہی جائز ہے۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ فرائض ادا کرنے کے باوجود یا اس کوشش کے باوجود انسان سے سو قسم کے سقم رہ جاتے ہیں اور فرائض میں بھی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ نوافل ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایسے کمزور فرائض کو بھی بسا اوقات قبول فرمالیتا ہے یا قبول فرمانا چاہتا ہے جو اپنی ذات میں قبولیت کا حق نہیں رکھتے اور اس کی بہت سی وجوہات ہوا کرتی ہیں۔ کئی فرائض ادا کرنے والے ایسے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے فرائض میں سو قسم کی خامیاں موجود رہتی ہیں مثلاً پوری نماز کو پوری توجہ سے ادا نہ کرنا' یہ ایک بہت بڑی اور عام بیماری ہے اور بسا اوقات عمر بھر فرائض ادا کرنے والے اس بات سے غافل رہتے ہیں کہ ان کے فرائض میں کوئی' وہ' ایسے رنگ بھرے بھی گئے ہیں جو اللہ کی نظر پسند فرمائے اگر وہ فرائض ایسے رنگوں سے عاری ہیں اور پھیکے اور بے جان ہیں تو یہ کہنا کہ فرائض ادا ہو گئے یہ درست نہیں ہوگا۔ حالانکہ فرائض ادا کرنے والے کی نیت فرائض ادا کرنے کی طرف خدا کی رضا کی وجہ سے متوجہ ہوتی ہے۔ اس کی نیت کی توجہ رضائے باری تعالیٰ کی طرف نہ ہو تو کیوں اپنے آپ کو مشکل میں ڈالے۔ پس ان فرائض کی بنیاد تو درست ہے مگر اس بنیاد پر جو عمارت تعمیر ہوتی ہے اس میں کئی قسم کی خامیاں واقع ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ عمارت اس لائق نہیں ٹھہرتی کہ اللہ اسے اپنا گھر بنائے۔ پس اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نصیحت کام دیتی ہے کہ تمہارے فرائض کی خامیاں ان فرائض کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قبول کرنے سے باز نہیں رکھیں گی کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے فرائض قبول فرمائے۔ یہ محض اس کا احسان ہے اور وہ ان خرابیوں کو خود نظرانداز فرمائے گا جس حد تک وہ نظرانداز فرمانے کے لائق ہے اور تمہارے نوافل کے ذریعے ان کمیوں کو پورا کرنے کی کوشش فرمائے گا۔ خدا تعالیٰ بھی کوشش فرماتا ہے بعض دفعہ مطلب یہ ہے کہ انسان کی خاطر اپنے غریب بندوں کی خاطر جتنا بھی وہ جھک سکتا ہے جس میں اس کی صفات بعض دوسرے پہلو سے حائل نہ ہوں اسی حد تک وہ جھکتا ہے اسی حد تک وہ جھک سکتا ہے اگر اس کی دیگر صفات حائل ہو جائیں تو پھر وہ نہیں جھکے گا تو ان معنوں میں' میں نے یہ کہا کہ جس حد تک بھی خدا تعالیٰ کے لئے ممکن ہے وہ نرمی اختیار فرماتا ہے' اپنے بندوں پر جھکتا ہے اور ان کی کمزوریوں کو دور فرمانے کی کوشش کرتا ہے مگر اگر پھر بھی بات نہ بنے' اگر پھر بھی کمزوریاں باقی رہ جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ابو ایوب انصاریؓ نے بیان کیا اور یہ روایت بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے کہ:۔

"ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے اور آگ سے دور کردے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا' نماز پڑھ' زکوۃ دے اور صلہ رحمی کر یعنی رشتہ داروں کے ساتھ پیار و محبت سے رہ۔"

آپ سے دور لے جانے والا عمل بنیادی طور پر عبادت ہے فرمایا عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔

نماز پڑھ' سب سے پہلے عبادت کا ذکر ہے۔ حالانکہ نماز بھی ایک عبادت ہے یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھ بلکہ پہلے فرمایا عبادت کر اور عبادت ہی دراصل وہ بنیادی انسان کی صفت ہے جو اسے خدا کا بندہ بناتی ہے۔ اگر عبادت کے ذریعے خدا کا بندہ نہ بنے تو وہ نمازیں ادا کر ہی نہیں سکتا یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی عظیم شان ہے کہ ہر مسئلے کو اس کی بنیاد سے پکڑتے ہیں۔ عبادت دراصل فرائض سے پہلے شروع ہو چکی ہوتی ہے۔ عبادت کا گہرا تعلق انسان کی نیت سے ہے۔ اگر ایک انسان نیت کے لحاظ سے اللہ کے حضور اپنے آپ کو ایک عہد کے طور پر پیش کرنے کا ارادہ کرے تو وہیں سے اس کی عبادت شروع ہو جاتی ہے اور اس ارادے کے بغیر جو خالصتاً للہ ہو جو اپنے سارے وجود کو خدا کے حضور پیش کرنے کا ارادہ ہو اس بنیاد پر اگر یہ بنیاد نہ ہو تو کسی اور بنیاد پر' یہ میرا مطلب ہے' اگر یہ عبادت نماز کی بنیاد نہ بنے' یعنی وہ عبادت جو نماز کے فرائض ادا کرنے سے پہلے شروع ہو چکی ہے' تو ہر دوسری بنیاد جس پر نماز کو قائم کیا جائیگا ایک کھوکھلی بنیاد ہوگی۔ اس لئے اپنی نمازوں پر غور کر کے دیکھیں تو آپ کو یہی معلوم ہوگا کہ نماز سے پہلے خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے آپ کو وقف کرنے کی روح موجود ہو' تو پھر نماز کے معنے بنتے ہیں۔ اگر وہ روح نہ ہو تو نماز کے کوئی معنی نہیں بنتے کیونکہ یہ روح جس بندے میں ہو وہ اس طرح نماز کی طرف دوڑتا ہے جیسے بھوکا کھانے کی طرف دوڑتا ہے۔ کھانے کی اشتہاء اس کی فطرت میں ہے۔ یہ بھوک اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ کھانے کی طرف دوڑے خواہ وہ معمولی کھانا ہی ہو لیکن جس طرح بھی بن سکے اپنی فطری خواہش کو اشتہاء کو بجھا سکے۔ اگر نماز کی طرف اس طرح دوڑتا ہے تو پھر ہر دوسری ضرورت اس کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھے گی اور آپ کو سخت پیاس لگی ہو اور آپ کو آپ کے ساتھی کسی کھیل کی طرف بلا رہے ہیں کہ چھوڑو پانی کو دفع کرو' آؤ یہ کھیل کھیلتے ہیں تو کون ہے جو اس کھیل کی طرف توجہ کرے گا' اس پہ تھوکے گا بھی نہیں۔ کوئی اور ضرورت اپنے ذہن میں' تصور میں لا کر دیکھیں آپ کو ہمیشہ یہی جواب ملے گا کہ وہ بنیادی' مرکزی ضرورت جو دل میں ایک اشتہاء پیدا کر دیتی ہے اس سے ٹکرانے والی ہر دوسری دلچسپی کی چیز اپنے معنی کھو دیتی ہے۔ اس میں کوئی بھی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ پس اگر نماز کے وقت' ذہن میں نماز کی اہمیت ایک فطری تقاضے کے طور پر نہ ہو' ایسے تقاضے کے طور پر نہ ہو جس کے مقابل پر ہر دوسرا تقاضا بے معنی ہو جاتا ہے تو پھر یہ نماز خالصتاً للہ نہیں رہتی اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ کی عبادت کر اور اس کا شریک نہ ٹھہرا۔ یہ فرمانا کچھ بھی معنی نہیں رکھے گا اگر جو بات میں بیان کر رہا ہوں یہ ایک لازمی حقیقت نہ ہو۔ خدا کا شریک نہ ٹھہرا' دراصل اس عبارت سے شروع ہوتا ہے کیونکہ جو شخص عبادت کا یہ مضمون سمجھ لے جو میں عرض کر رہا ہوں کہ اگر خدا کی خاطر اس موقع پر جب کہ عبادت کا مقام اور مرتبہ انسان پر ظاہر ہو چکا ہو' انسان اس طرح نہ دوڑے جس طرح پیاسا پانی کی طرف دوڑتا ہے اور بھوکا کھانے کی طرف دوڑتا ہے تو پھر اس عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ وہ عبادت کا حق ایک ظاہری رسم بن جائے گا اور فطرت اس کو دھتکار دے گی اور اس عبادت کی طرف متوجہ ہونے کو جھوٹا قرار دے گی۔ اس کے ساتھ ہی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شرک نہ کرے یہ نکتہ ہے جو ایسا گہرا نکتہ ہے جو عبادت کے مقام کو بھی ظاہر کرنے والا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے مقام کو بھی ظاہر کرنے والا ہے۔ جیسا کہ میں نے

بیان کیا ہے آپ کی طبعی ضرورت، جب ابھرتی ہے تو اس کے ساتھ کسی اور کے شریک ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ناممکن ہے کہ انسان پانی کی ایک بوند کو ترستا ہوا مر رہا ہو اور پانی کے سوا اس کا کوئی رشتہ کوئی خواہش، کوئی دنیاوی تقاضا اس کے دل کو پانی کی بجائے کسی اور طرف پھیر سکے۔ تو اگر آپ نے مشرک نہیں بننا، اگر آپ نے توحید پر قائم ہونا ہے تو عبادت سے پہلے یہ نکتہ سمجھیں کہ توحید باری تعالیٰ کا قیام لازم قرار دیتا ہے کہ ظاہری عبادت کو ادا کرنے سے پہلے انسان فطرتاً عبد بن چکا ہو اور اس کے دل کی گہرائی سے اپنے خدا کی رفعت اور عظمت اس طرح بلند ہو کہ جب بھی کوئی چیز اس کے مقابل پر آئے وہ خود بخود اس سے ٹکرا کر پارہ پارہ ہو جائے اور سوال ہی پیدا نہ ہوتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی عظمت کے مقابل پر دنیا کی کوئی دلچسپی بھی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت رکھے۔ پس حضور اکرم ﷺ نے دیکھو کیسا پیارا جواب دیا۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو چاہئے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرائے اور پھر فرمایا نماز پڑھ، زکوۃ دے، یعنی تمام (دینی) تعلیم کا ذکر اس عبادت کے بعد شروع ہوا ہے جس عبادت کی کچھ تفصیل میں نے آپ کو اب سمجھائی ہے اور زکوۃ، روزہ، ہر چیز بعد میں آتی ہے۔ اگر یہ عبادت نہیں جو عبادت کی بنیاد بنتی ہے تو پھر کوئی عمارت اس پر تعمیر نہیں ہو سکتی۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ عبادت کے موضع پر جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے غالباً اگلا خطبہ بھی آنا چاہئے کیونکہ عبادت کے متعلق بہت سی باتیں ہیں جو ایک خطبات کے سلسلہ میں میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کو دوہرانے کی ضرورت ہے کیونکہ احمدی گھروں میں بدقسمتی سے یہ کمزوری ایسی پائی جا رہی ہے کہ جسے وہ دیکھتے بھی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے ایمان کو نقصان نہیں پہنچ رہا۔ یہ سمجھنا بالکل جھوٹ ہے۔ خواہ وہ دنیا کی ساری نیکیاں اختیار کر رہے ہوں جب وہ وسطی نماز سے توجہ پھیر لیں گے تو ان کی نماز کو لازماً نقصان پہنچتا ہے۔ انسان کے لئے بعض مجبوریاں بھی ہوتی ہیں اپنے بچوں اور بچیوں کو ایک حد تک انسان نصیحت کر سکتا ہے جب تک وہ اس عمر میں ہوں کہ جہاں ان پر کسی قدر سختی بھی کی جائے اور ان کو بار بار نصیحت کی جائے۔ ایسی نصیحت میں بھی کرتا رہا ہوں لیکن اس کے بعد جب انہوں نے عدم توجہ سے کام لیا ہے تو دل دکھتا ہے، خون کے آنسو روتا ہے، دعا کرتا ہوں، ان کو سمجھاتا بھی ہوں مگر اس سے آگے بڑھنا میرے اختیار میں نہیں۔ پس اگر پھر بھی وہ مجھے دکھ پہنچانے پر آمادہ رہیں اور اصرار کرتے رہیں تو وہ جواب دہ ہیں لیکن یہ خیال کہ میں بے تعلق ہوں اور مجھے غم نہیں پہنچتا یہ غلط خیال ہے۔ جلسہ سالانہ پر آنے والے خاندان کے لوگوں کو میں نے بارہا نصیحت کی کہ ان مصروفیات میں جو خدا کی خاطر شروع ہوئی ہیں اس سے پہلے تمہاری مصرویات بھی ایک معنوں میں خدا ہی کی خاطر تھیں۔ یعنی ہونی چاہئے تھیں۔ مگر جب لمبے سفر کر کے پہنچے ہو تو تمہارا بنیادی فریضہ ہے کہ اپنی مصروفیات کو خدا کے تابع بناؤ ورنہ تمہارا سارا سفر اکارت جائے گا۔ کچھ بھی اس سے حاصل نہیں ہو گا اگر یہ سفر مجلسوں پر خرچ ہو جائے اور عبادت کے بنیادی فریضہ سے وہ غافل ہو۔ اس لئے میں نے اپنے گھر میں خاص طور پر باقاعدہ حکماً بھی یہ بات جاری کی کہ شام کے بعد کچھ عرصہ بیٹھنے کی بعد اس گھر کو خالی کرنا ہو گا مگر ہمارے دوسرے گھروں میں یہ سارے لوگ منتقل ہوتے رہے۔ یہاں سے نکلے تو کسی اور کے گھر چلے گئے اور وہاں جا

کے مجلسیں لگالیں۔ حالانکہ اپنے گھر سے نکالنا بد اخلاقی نہیں تھی بلکہ بنیادی اخلاق کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ یہ مطلب تو نہیں تھا کہ تم کسی اور کے گھر جا کے بداخلاقیاں کرو اور ان کو بھی مصیبت میں ڈالو وہ بھی جلسے کے تھکے ہارے ساری رات چائے بنا بنا کر تمہاری خدمت کریں اور جب صلوٰۃِ وسطیٰ کا وقت آئے تو سارے مردوں کی طرح جا پڑو اور ذرہ بھی زندگی کی رمق تم میں دکھائی نہ دے۔ یہ انسانیت نہیں ہے یہ وہ عبادت نہیں ہے جس کی طرف خدا اور خدا کے رسول بلاتے ہیں۔ پس جہاں تک میرا فرض ہے میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اگر تم لوگ اس فرض کو نہیں سمجھو گے' ادا نہ کرو گے تو میرا سختی سے منع نہ کرنا ہرگز اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ یہ بات میرے دل کو پسند آئی ہے۔ مجھے جو دکھ پہنچتا ہے اللہ بہتر جانتا ہے بارہا میں خدا کی خاطر ان لوگوں کیلئے راتوں کو اٹھ کر رویا ہوں اے میرے خدا میں نے ہر ممکن کوشش کرلی کہ ہماری نئی نسلیں نماز پر قائم ہو جائیں مگر شیطان ان کو دوبارہ بہکا دیتا ہے اس لئے تو میری مدد فرما اور ان کی حفاظت فرما اس دنیا میں بھی یہ کامیاب ہوں اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں۔ میرے یہ آنسو مجبوری کے آنسو ہیں۔ ایک دل کی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ مضمون کی اہمیت کی وجہ سے ہیں۔ اس بچی کو بھی تو یاد کرو جو اپنے خاوند کی نماز سے عدم توجہ کی وجہ سے روئی تھی۔ مگر اس کا تو ایک خاوند تھا میری تو ساری جماعت ہے جو اپنے عزیزوں' بچوں سے زیادہ پیاری ہے ان سب کا غم اگر میں نہ کروں تو اس بچی کے دل سے بھی میرا دل کم تر ہو گا جو صرف ایک اپنے خاوند کیلئے روتی تھی پس وہ سب جن کا جماعت سے تعلق ہے جو مجھے اپنا سمجھتے ہیں ان سب سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ نمازوں کو قائم کریں اپنے گھروں میں بھی' اپنے گردوپیش' اپنے ماحول میں بھی اور صلوۃ وسطی کی حفاظت کریں اور صبح کی نماز کی طرف دوبارہ واپس لوٹیں کیونکہ اگر یہ نماز ادا نہ کی تو ان کی ساری زندگی جہنم کمانے میں صرف ہو رہی ہے حقیقت میں ان کو وہم ہے کہ یہ نیکیوں میں مبتلا ہیں۔ نیکیوں میں نہیں بدیوں میں مبتلا ہیں' شرک کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بار بار کی نصیحتوں کو نظرانداز کرنے والے بنتے ہیں پس اپنی صلوۃ وسطی کی حفاظت کریں۔ بعض دفعہ ایسا گھر میں تجربہ بھی ہوا کہ میں نے بچیوں سے کہا اگر تم نے جاگنا ہے تو اول تو یاد رکھو کہ رسول اللہ ﷺ نے فضول باتوں کیلئے جاگنے کو ناپسند فرمایا ہے۔ تو پھر ایسی حالت میں نماز پڑھنے کے بعد سو جب کہ ہوش و حواس ابھی قائم ہوں اور اس سے پہلے پھر تمہیں نیند کا کوئی حق نہیں ہے۔ مگر یہ بات دراصل کہنے کی بات ہے جو شخص ساری رات جاگے گا وہ نیند کے وقت ایسی حالت میں صبح کے وقت ایسی حالت میں حواس باختہ ہو چکا ہوتا ہے یہ حقیقت میں جب وہ کھڑا بھی ہو تو نماز کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اور یہ ایک ایسی حالت ہے جس کا تعلق قرآن کریم کی اس نصیحت سے ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کہ جب تم سُكٰرٰى کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ میں پہلے سمجھا کرتا تھا کہ اس کا تعلق صرف عبادت سے ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ایسی فطرت کا بیان ہوا ہے جس میں ایسی بات کا بیان ہے جس کا انسانی فطرت سے تعلق ہے۔ بسا اوقات انسان سُكٰرٰى ہو جایا کرتا ہے باوجود اس کے کہ شراب کا ایک قطرہ بھی اس نے نہ چکھا ہو اب (Jetlag) کے نتیجے میں اب دنیا نے محسوس کر لیا ہے کہ بعض دفعہ سُكٰرٰى کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی ہے اور

اس موقع پر بڑی بڑی کمپنیوں نے یہ قانون جاری کیا ہے کہ ان کے ڈائریکٹر وغیرہ جب تک Jetlag نہ اترے کام پر حاضر نہ ہوں اور اہم بنیادی کاموں کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں کیونکہ ان کے فیصلے اسی حد تک متاثر ہوں گے۔ یہ حقیقت جو قرآن نے ایک دائمی سچائی کے طور پر بیان فرمائی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی اس حقیقت کو اب دنیا نے بھی پہچان لیا ہے کہ سُکٰرٰی ہونے کیلئے شراب ضروری نہیں بلکہ کاموں کی زیادتی بھی بعض دفعہ انسان کو سکری بنا دیا کرتی ہے۔ مجھے اس کا پہلے ذاتی طور پر اس طرح تجربہ نہیں تھا کیونکہ جہاں تک میری ہمت ساتھ دیتی تھی میں یہی کوشش کرتا رہا کہ ہر قسم کے ذہنی دباؤ کے باوجود اپنے فرائض کو اس طرح ادا کروں کہ سکری حالت نہ ہو مگر ضرور کچھ غفلتیں ہو جاتی رہی ہوں گی اور ایسے وقت میں فرائض کی ادائیگی صحیح معنوں میں جیسا کہ ان کا حق ہے نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کا ایک بہت دلچسپ تجربہ مجھے اس سفر میں ہوا اور میرا دل اور بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوا کہ قرآن کریم کی ہر سچائی دنیا کی ہر حقیقت سے تعلق رکھتی ہے صرف نماز سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ عام حالت میں بھی بعض کیفیتیں انسان کو سکری کر دیا کرتی ہیں اس وقت فرض ہے کہ انسان کچھ دیر کیلئے اپنے فرض منصبی جس کو ادا کرنے کیلئے وہ مستعد ہے ٹال دے۔ مستعد ہونے کے باوجود ٹال دے۔ یہ تجربہ مجھے اس طرح ہوا کہ میں نے آپ کے سامنے بیان کیا تھا کہ اپنی ہومیوپیتھک کتاب کی میں نے دہرائی شروع کی اس دہرائی کے نتیجہ میں ایک مضمون پڑھتے ہوئے میں حیران رہ گیا گویا سکتے میں آگیا ہوں۔ ایبروٹینم (Abrotinum) ایک دوا ہے اس کے متعلق مجھے پوری طرح ذہن میں پورا نقشہ موجود ہے کہ کس کام آتی ہے 'کیا کرتی ہے' کیا عمل دکھاتی ہے۔ لیکن جب میں نے ایبروٹینم پڑھنی شروع کی تو میں حیران رہ گیا یہ کون سی چیز پڑھ رہا ہوں۔ سوائے ابتداء کے تعارف کے باقی کچھ بھی اس کا ایبروٹینم سے تعلق نہیں تھا۔ اس کا تعلق بعض دوسری ملتی جلتی دواؤں سے تھا مثلاً ایسکولس (Aesculas) یا اسی قسم کی اور دوائیں۔ مگر ایبروٹینم سے اس کا تعلق نہیں تھا اور یہ بھی درست ہے کہ یہ وہ غلطی ہے جو میں نے کی ہوئی تھی اس میں لکھنے والوں کی کوئی غلطی نہیں بعینہ یہی باتیں مجھے یاد آیا کہ میں نے کہی تھیں اور جب غور کیا اور سوچا تو پتہ چلا کہ اس سے پہلے مسلسل بعض جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی وجہ سے مجھے راتوں کو جاگنا پڑتا تھا اور سخت دماغ تھکا ہوا تھا لیکن میں نے سمجھا کہ کلاس کا وقت ہے پس لوگ انتظار کر رہے ہوں گے مجھے کلاس میں ضرور جانا چاہئے۔ مگر یہ یاد نہیں رہا کہ میں اس بنیادی نصیحت کو نظرانداز کر رہا ہوں جو ضرور عمل دکھائے گی یعنی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی کہ میری اس وقت سُکٰرٰی کی سی حالت تھی اور مجھے نہیں چاہئے تھا کہ میں اس لیکچر کو Attend کروں یعنی وہ لیکچر دوں جس کا وقت آچکا تھا۔ پس میں گیا ہوں اور مجھے اتنا یاد ہے کہ شروع میں' میں نے پوری توجہ سے ایبروٹینم کا ابتدائی تعارف کرایا اس کے بعد سب کچھ بھول گیا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں ایسی اوٹ پٹانگ باتیں ہیں کہ اس کو پڑھ کر مجھے شرم سے پسینے آگئے اور تعجب ہے کہ بعض غیر احمدی بھی پڑھتے ہیں' بعض بہت سے احمدی دوسرے فائدہ اٹھاتے ہیں ان میں سے کسی کو خیال نہیں آیا کہ میں لغو باتیں کر رہا ہوں اس لئے خیال نہیں آیا کہ باقی باتیں میری لغو نہیں ہوا کرتیں اور ایک لغو بات کو بھی انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ ماہر ڈاکٹر ہے یہ ضرور سچ کہتا ہوگا اس کو اسی طرح قبول کرلیا

حالانکہ سب سننے والوں کا فرض تھا کہ اس وقت نہیں بعد میں مجھے متوجہ کرتے کہ آپ نے جو باتیں بیان کی ہیں یہ بعض دوسری...... دواؤں میں بعینہٖ اسی طرح بیان ہوئی ہوئی ہیں۔

Sarsaprilla (سارساپریلا) کی علامتیں ہیں جو آپ ایبروٹینم کی طرف منسوب کر رہے ہیں یعنی جلد کا، بچوں کی جلد کا، بوڑھوں کی طرح جھریوں میں مبتلا ہو جانا۔ اس کا ایبروٹینم سے کوئی تعلق نہیں۔ Sarsaprilla کی علامت ہے۔ اس طرح Aesculas کی بہت سی علامتیں اس میں بیان کی جا رہی تھیں جن کا Sarsaprilla سے دور کا بھی نہ ایبروٹینم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ تو میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ قرآنی حقیقتیں اپنی جگہ قائم رہتی ہیں اور دنیا میں بھی جب آپ ان کو اس خیال سے کہ وہ معمولی بات ہے نظرانداز کر دیں تو خدا تعالیٰ نے فطرت کے جو راز پیش نظر رکھے ہیں ان رازوں کے ہوتے ہوئے ان رازوں کی حقیقت کے خلاف جب بھی آپ کارروائی کریں گے اس کا نقصان اٹھائیں گے۔ تو انشاء اللہ یہ تو خیر معمولی بات تھی باقی ساری کتاب میری ہی لکھوائی ہوئی تھی اور غلطیاں دوسروں کی تھیں اکثر۔ وہ ہم ٹھیک کر لیں گے یا میری غلطی تھی تو ان معنوں میں کہ میں صحیح طور پر بیان نہیں کر سکا یا سننے والوں نے توجہ سے سنا نہیں مگر کچھ کی کچھ بات بنا دی گئی وہ تقریباً ۳ سو صفحے میں درست کر چکا ہوں اور انشاء اللہ بہت جلد جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا یہ آپ کے سامنے پیش کر دی جائیگی مگر اس تعلق میں یہ بیان محض اس آیت سے تعلق رکھتا ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى پس اے نماز پڑھنے والو ایسی حالت میں راتیں بسر نہ کیا کرو کہ جب صبح نماز کا وقت ہوا کرے تو تم سکری ہو چکے ہو۔ کچھ بھی سمجھ نہ آئے کہ کیا کہنے کیلئے خدا کے حضور کھڑے ہوئے ہو، کچھ احساس نہ رہے کہ کس کے حضور کھڑے ہو۔ جو دماغ میں اوٹ پٹانگ غلط باتیں آئیں وہ سوچتے ہوئے نماز کے الفاظ دہراتے رہو۔ ایسی نمازیں تمہیں نقصان پہنچائیں گی۔ تمہیں فائدہ نہیں پہنچائیں گی۔ کیونکہ اس تنبیہ کے باوجود اگر تم نماز سے غفلت کی حالت میں کھڑے ہو گئے تو ایک دوسری آیت ہے جو تمہیں تم پر لعنت ڈال رہی ہو گی وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ لعنت ہو ایسے نمازیوں پر جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ نے بات خوب سمجھا دی تو پھر سُكٰرٰى ہونے کی حالت میں نماز نہ ادا کرو۔ بعض دفعہ انسان بعض مجبوریوں کی وجہ سے سکری ہو جاتا ہے۔ اسے لمبے سفر اختیار کرنے پڑ رہے ہیں اگر اس حالت سے پہلے وہ نماز پڑھ سکتا ہو تو بہتر ہے ورنہ اس موقع پر یہ حکم ہے کہ بظاہر وقت گزر رہا ہو مگر آرام کرو اور جب ذہن تیار ہو جائے پھر خدا کے حضور کھڑے ہو۔

سو میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت ان نصیحتوں کو سینے سے لگائے گی اور خدا کے حضور جب بھی جماعت کھڑی ہو گی قانتا للہ کھڑی ہو گی۔ اللہ کے حضور اپنی ساری صلاحیتیں فرمانبرداری کے ساتھ جھکاتے ہوئے کھڑی ہو گی اور یہ نمازیں ہیں جنہوں نے حقیقت میں اس دنیا کو اسلام کیلئے فتح کرنا ہے۔ دنیا کی فتح کی خواہیں لغو خواہیں ہیں اگر وہ ہمارے نفس کی بڑائی سے تعلق رکھتی ہوں اگر وہ اللہ کی عظمت سے تعلق رکھتی ہوں تو پہلے اپنے نفسوں کو اس خدا کے حضور جھکاؤ اور اس کی عبادت کے حق ادا کرو پھر دیکھو کہ اس دنیا میں کیسی کیسی پاک تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ ہم سچی عبادت کے سوا

راہِ سلوک

(کلام حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل....)

جو مانتا خدا کو نہ ہو اُس کو اے عزیز
عقلی دلیلیں ہستئ باری کی دے سُنا

اتنا وہ مان لے گا دلائل سے بالضرور
عالَم کے کارخانہ کا اِک چاہیئے خدا

اگلا قدم یہ ہے کہ ہو ایمان بھی نصیب
اُس کے لئے کلامِ خدا کی مدد بُلا

قرآں کی روشنی میں نظر آئے گا اسے
موجود ہے وہ ذات جو ہے سب کا مبتدا

مخلوق بن گئی ہے وہ کہتا ہے خودبخود
بے مثل جو کلام ہے کیونکر وہ خود بنا؟

اِنسان غیب دانی سے عاری ہے گر تو پھر
صدیوں کے غیب کا اسے کیونکر پتہ لگا؟

تازہ نشان حضرتِ مہدی کے پیش کر
مومن کو معرفت کی ذرا چاشنی چکھا

سارا جہاں ہو جس کا مخالف وہ کس طرح
غالب ہر ایک جنگ میں ہوتا ہے برملا

اَب آگے ہے یقین کا درجہ مرے عزیز
ذاتی مشاہدہ سے خدا کا ملے پتا

یعنی یہ کہہ اُس سے کہ اَب آگیا ہے وقت
گر وصل چاہتے ہو تو خود کو کرو فنا

"جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اَے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما"

(بحوالہ درِ دل)

سال ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ کی امتیازی حیثیت

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے آئینہ دار نشانات کا ظہور

مرتبہ:۔ حبیب الرحمٰن زیروی اسسٹنٹ لائبریرین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حق و صداقت کی اشاعت اور احیاء دین کے اہم کام کی پانچ شاخیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک شاخ حق کی تلاش کیلئے سفر اختیار کرنا بھی ہے جس سے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے والوں کی اصلاح و تربیت کا کام سرانجام پاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس اپنی کتاب فتح اسلام میں فرماتے ہیں۔

"تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کیلئے سفر کرنے والوں اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کیلئے آتے رہتے ہیں یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے اگر بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے۔...... اگر اللہ تعالیٰ کو اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے۔ تو یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ کیلئے آتے رہیں۔"

(روحانی خزائن جلد　　صفحہ ۱۴۔۱۵)

چنانچہ اشاعت حق کیلئے اس شاخ کا اجراء جلسہ سالانہ کی صورت میں ہوا۔ جس کی ابتداء ۱۸۹۱ء کے جلسہ سالانہ سے ہوئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ (دین حق) پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۴۱)

ابتداء جلسہ سالانہ ایک ہلال کی صورت میں افق احمدیت پر ابھرا اور اب یہ بین الاقوامی اجتماع کی صورت اختیار کر کے بدر کامل کے طور پر چمک رہا ہے۔ یہ آب و تاب ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ کی بھی تھی۔ جس کی کچھ جھلکیاں یہاں پیش کی جا رہی ہیں:۔

سب سے پہلا جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء میں ہوا جس میں ۷۵ احباب نے شرکت کی اس اجتماع کا باقاعدہ اجراء ۱۸۹۲ء میں ہوا

اس طرح یہ جلسہ سوائے ایک دو ناغوں کے ہر سال منعقد ہوتا رہا اور اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد ہر سال بڑھتی رہی۔

۱۸۹۷ء کی مختصر روئیداد :۔

۱۸۹۷ء کا سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اس لحاظ سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ پر (جو ۲۵ دسمبر ۱۸۹۷ء سے یکم جنوری ۱۸۹۸ء تک جاری رہا) مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اس کی طرف پہلی مرتبہ توجہ دلائی جس پر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ کی مفصل رپورٹ "تحفہ سالانہ" کے نام سے جنوری ۱۸۹۹ء میں شائع کی۔

رپورٹ کے شروع میں آپ نے ۱۸۹۷ء پر عمومی نظر ڈالی ہے اور مشہور واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"۱۸۹۷ء اپنی نوعی حالت کے لحاظ سے اور عام حیثیت سے اسباب پرست اور آسمان پر نظر نہ کرنے والے گروہ کے نزدیک بہت کچھ مصیبتوں اور کلفتوں کا سال تھا اور اسی لئے اس کو "عام الحزن" کہا۔ ملک اور دنیا کے کسی حصہ میں کسی نہ کسی پاش پاش کرنے والے حملہ کا اندیشہ رہا ہے۔ قحط، وباء، زلزلے، عالم آشوب جنگیں غرض بہت سے قسم کے شدائد و مصائب حملہ آور رہے اور بہت سی خلق تباہ ہو کر دوسروں کیلئے موجب عبرت ہوئی۔ مرنے والوں کی لاشیں اور ہلاک ہونیوالوں کی چیخوں سے بہ آواز بلند یہ صدا آتی تھی کہ من نکردم شما حذر بکنید

(تحفہ سالانہ رپورٹ صفحہ ۱۹)

۱۸۹۷ء کے عالم گیر مصائب کی وجہ بیان کرنے کے بعد آپ نے ان واقعات پر روشنی ڈالی ہے جو کھلے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی عزت افزائی اور کامیابی کا موجب ہوئے جو کہ مختلف عنوانوں کے تحت ہیں۔

(۱) نشانات یعنی پیش گوئیوں کا پورا ہونا :۔

(i) "شروع سال سے مبارک زمانہ شروع ہوا اور وہ وقت آگیا کہ خدا زور آور حملوں سے اپنے نذیر کی سچائی کو ظاہر کرے۔ چنانچہ مارچ ۱۸۹۷ء کی چھ تاریخ کو عید کے دوسرے روز لیکھرام پشاوری دردناک موت سے ہلاک ہوا اور وہ پیشگوئی جو براہین احمدیہ میں درج ہو کر ایک فتنہ عظیمہ کی خبر دے رہی تھی پوری ہوئی۔"

(رپورٹ صفحہ ۲۳۔ ۲۴)

(ii)۔ اخبار چودھویں صدی کے بزرگ کے متعلق جو نشان ظاہر ہوا وہ بھی توجہ کرنے والوں اور سمجھنے والوں کیلئے کچھ کم نہ تھا۔ راولپنڈی کے چودھویں صدی اخبار میں حضرت اقدس کے اشتہار متعلقہ سفیر روم پر بہت کچھ استہزا کیا گیا جس پر

کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے کسی اور بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْن پارہ:۱۴۔ ہماری جماعت کیلئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں' کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں.....''

''اللہ تعالیٰ نے متقیوں کیلئے چاہا کہ ہر دو لذتیں اٹھائیں بعض وقت دنیوی لذات آرام اور طیبات کے رنگ میں اور بعض وقت عسرت اور مصائب میں تا کہ ان کے دونوں اخلاق کامل نمونہ دکھا سکیں بعض اخلاق طاقت میں اور بعض مصائب میں کھلتے ہیں ہمارے نبی کریم ﷺ کو یہ دونوں باتیں میسر آئیں.....''

''راہ سلوک میں مبارک قدم دو گروہ ہیں۔ ایک دین العجائز والے جو موٹی موٹی باتوں پر قدم مارتے ہیں مثلاً احکام شریعت کے پابند ہو گئے اور نجات پا گئے۔ دوسرے وہ جنہوں نے آگے قدم مارا ہرگز نہ تھکے اور چلتے گئے حتی کہ منزل مقصود تک پہنچ گئے لیکن نامراد وہ فرقہ ہے کہ دین العجائز سے تو قدم آگے رکھا لیکن منزل سلوک کو طے نہ کیا وہ ضرور دھریہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ چلہ کشیاں بھی کیں لیکن فائدہ کچھ نہ ہوا........''

''وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ بھی اس تکلف کی طرف اشارہ کرتا ہے جو متقی کا خاصہ ہے یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اسے مقابلہ ہے جس کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گرتی پڑتی ہے جس کو اس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اس نے اللہ اکبر کہا تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اس کے حضور قلب میں تفرق ڈال رہا ہے۔ وہ ان سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے پریشان ہوتا ہے ہرچند حضور و ذوق کیلئے لڑتا مرتا ہے لیکن نماز جو گری پڑتی ہے بڑی جانکنی سے اسے کھڑا کرنے کی فکر میں ہے۔ بار بار اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ کہہ کر نماز کے قائم کرنے کیلئے دعا مانگتا ہے اور ایسے اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم کی ہدایت چاہتا ہے۔ جس سے اس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔

ان وساوس کے مقابل میں متقی ایک بچہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے۔ روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْض ہو رہا ہوں سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنا ہے اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔''

''سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائیں کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔ اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ یہ ایک تقویٰ کی شاخ ہے۔ جس

کے ذریعہ ہمیں غضب ناجائز کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے ہی بچنا ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں۔ یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے۔ یا چھوٹا کون ہے یہ ایک قسم کی تحقیر ہے۔ اور جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے اس کی دل جوئی کرے اس کی بات کی عزت کرے کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے۔ کہ جس سے دکھ پہنچے......... اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو جب کل ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں خدا تعالیٰ نے محض عرف کیلئے یہ ذاتیں بنائیں اور آج کل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگنا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے.......

"میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر مواخذہ کے قابل ہے۔ اہل بیت زیادہ قابل مواخذہ تھے وہ لوگ جو دور ہیں وہ قابل مواخذہ نہیں لیکن تم ہو۔ اگر تم میں ان پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں تو یہ تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیر نظر ہو....."

" حوادث بھی ایک علامت تھی حوادث سماوی نے قحط طاعون اور ہیضہ کی صورت پکڑ لی۔ طاعون وہ خطرناک عذاب ہے کہ اس نے گورنمنٹ تک کو زلزلہ ڈال دیا۔ اگر اس کا قدم بڑھ گیا تو ملک صاف ہو جاوے گا۔ ارضی حوادث لڑائیاں' زلازل تھے۔ جنہوں نے ملک کو تباہ کیا۔ مامور من اللہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھاوے۔ ایک لیکھرام کا نشان کیا کچھ کم نشان تھا۔ ایک کشتی کے طور پر کئی سال تک ایک شرط بدھی رہی۔ پانچ سال برابر جنگ ہوتا رہا۔ طرفین نے اشتہار دیئے۔ عام شہرت ہو گئی ایسی شہرت کہ جس کی مثال بھی محال ہو۔ پھر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسے کہ کہا گیا۔ کیا اس واقعہ کی کوئی اور نظیر ہے۔ دھرم مہوتسو کے متعلق بھی کئی دن پہلے اعلان کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہمارا مضمون سب پر غالب رہے گا۔ جن لوگوں نے اس عظیم الشان اور پر رعب جلسہ کو دیکھا ہے وہ خود غور کر سکتے ہیں کہ ایسے جلسہ میں غلبہ پانے کی

خبر پیش از وقت دیدینی کوئی اٹکل یا قیاس نہ تھا۔ پھر آخر کار وہی ہوا۔ جیسے کہا گیا۔"

(رپورٹ صفحہ ۳۳ تا ۶۱)

دوسری تقریر۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے چند اقتباسات

۲۸ دسمبر ۱۸۹۷ء بعد نماز ظہر

حضور فرماتے ہیں:۔

"اس وقت میری غرض بیان کرنے سے یہ ہے کہ چونکہ انسانی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے جس قدر احباب اس وقت میرے پاس جمع ہیں میں خیال کرتا ہوں۔ شاید آئندہ سال سب جمع نہ ہو سکیں اور انہی دنوں میں میں نے کشف دیکھا ہے کہ اگلے سال بعض احباب دنیا میں نہ ہوں گے گو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کشف کا مصداق کون کون احباب ہوں گے اور میں جانتا ہوں کہ یہ اس لیے ہے تا ہر ایک شخص بجائے خود سفر آخرت کی تیاری رکھے جیسا میں نے ابھی کہا مجھے کسی کا نام نہیں بتلایا گیا لیکن یہ میں اللہ تعالیٰ کے الہام سے خوب جانتا ہوں کہ قضاو قدر کا ایک وقت ہے اور ضرور ایک وقت اس فانی دنیا کو چھوڑنا ہے اس لئے یہ کہنا بہت ضروری پڑا ہوا ہے کہ ہر شخص اور ہر دوست جو اس وقت موجود ہے وہ میری باتوں کو قصہ گو کی داستان کی طرح نہ سمجھے بلکہ یہ ایک واعظ من جانب اللہ اور مامور من اللہ ہے جو نہایت خیر خواہی اور سچی بھلائی اور پوری دلسوزی سے باتیں کرتا ہے....."

"میری یہ باتیں اس لئے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کیوجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو ان باتوں پر عمل کرو اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف آنیکا وسیلہ بنو۔ اس لئے کہ آج کل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل پر ہے۔ لازم ہو کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جاوے میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کے تعلیم کی مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کیلئے ایسا کرتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اسلئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ انکی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔ مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی

سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ وہ ان کو اور صرف ان کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عودیت کا اقرار کرتے ہیں۔"

ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کرے کیونکہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ مشہور ہے وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے تو حتی الوسع اس کا جواب نرمی اور ملاطفت سے دیں تشدد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں انسان میں نفس بھی ہے اور اس کی تین قسم ہیں۔ امارہ، لوامہ، مطمئنہ امارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بے جا جوشوں کو سنبھال نہیں سکتا اور اندازہ سے نکل جاتا ہے اور اخلاقی حالت سے گر جاتا ہے مگر حالت لوامہ میں سنبھال لیتا ہے مجھے ایک حکایت یاد آئی جو سعدی نے بوستان میں لکھی ہے کہ ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی تھی۔ وہ بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اس نے جواب دیا بیٹی! انسان سے کت پن نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے انسان کو چاہئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کت پن کی مثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا مگر ان کو اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ کا ہی خطاب ہوا۔"

تقریر کے آخر پر حضور فرماتے ہیں:۔

"اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایک شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے۔ پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو اور اس پر عمل کرنے کیلئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ تا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں۔" (صفحہ ۶۲ تا ۱۰۰)

حضرت اقدس کی تیسری تقریر سے چند اقتباسات

مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء

حضور فرماتے ہیں:۔

"اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضا کی طرح سے ہے اور یہ بات ہماری روز مرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بیقرار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اس طرح ہر وقت اور ہر آن میں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام اور آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غمخواری کسی تکلف اور

بناوٹ کی رو سے نہیں۔ بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح للہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں اپنے دوستوں کیلئے پاتا ہوں۔ اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بیکلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ اس قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جب کہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو۔ کیونکہ اس قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گذرتی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج، غم میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر یہ دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ دعا کی قبولیت میں بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ بلکہ میرے ساتھ میرے مولا کریم کا صاف وعدہ ہے کہ اجیب کل دعائیک۔ مگر میں خوب سمجھتا ہوں کہ کل سے مراد یہ ہے کہ جن کے نہ سننے سے ضرر پہنچ جاتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ تربیت اور اصلاح چاہتا ہے تو رد کرنا ہی اجابت دعا ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کسی دعا میں ناکام رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دعا رد کر دی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ اس کی دعا کو سن لیتا ہے اور وہ اجابت بصورت رد ہی ہوتی ہے کیونکہ اس کے لئے در پردہ اور حقیقت میں بہتری اور بھلائی اس کے رد ہی میں ہوتی ہے۔ انسان چونکہ کوتاہ بین اور دور اندیش نہیں بلکہ ظاہر پرست ہے۔ اس لئے اس کو مناسب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرے اور وہ بظاہر اس کے مفید مطلب نتیجہ خیز نہ ہو تو خدا پر بدظن نہ ہو کہ اس نے میری دعا نہیں سنی۔ وہ تو ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ فرماتا ہے۔ راز اور بھید یہی ہوتا ہے کہ داعی کیلئے خیر اور بھلائی رد دعا ہی میں ہوتی ہے۔"

طبابت ہیئت سے ہزار ہا خواص معلوم ہوتے ہیں۔ علوم ہیں ہی کیا؟ صرف خواص الاشیاء ہی کا تو نام ہے۔ سیارہ، ستارہ، نباتات کی تاثیریں اگر نہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ کی صفت علیم پر ایمان لانا انسان کیلئے مشکل ہو جاتا۔

یہ ایک یقینی امر ہے کہ ہمارے علم کی بنیاد خواص الاشیاء ہے۔ اس سے یہ غرض ہے کہ ہم حکمت سیکھیں علوم کا نام حکمۃ بھی رکھا ہے چنانچہ فرمایا وَمَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

پس اھدنا الصراط المستقیم کا مقصد یہی ہے کہ اس دعا کے وقت ان لوگوں کے اعمال' اخلاق عقائد کی نقل کرنی چاہئے جو منعم علیہ ہیں۔ جہاں تک انسان سے ممکن ہو عقائد' اخلاق اور اعمال سے کام لے۔ اس امر کو تم مشاہدہ میں دیکھ سکتے ہو۔ کہ جب تک انسان اپنے قویٰ سے کام نہیں لیتا وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ یا ان کو اصل غرض اور مقصود سے ہٹا کر کوئی اور کام ان سے لیتا ہے جس کے لئے وہ خلق نہیں ہوئے تو بھی وہ ترقی کی راہ میں نہ بڑھیں گے۔

.......ہمارا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جہاں تک عملی طاقتوں سے کام لیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ اس پر برکت نازل کرتا ہے۔ مطلب یہی ہے کہ اول عقائد' اخلاق' اعمال کو درست کرو۔ پھر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا مانگو تو اس کا اثر کامل طور پر ظاہر ہو گا۔"

"اب خیال کرو کہ مثلاً نماز ہی ہے۔ یہ دنیا میں آئی ہے لیکن دنیا سے نہیں آئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں۔ یہ کوئی تحکم و جبر کے طور پر نہیں بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ یعنی قائم کرو نماز کو دلوک الشمس سے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں قیام صلوۃ کو دلوک الشمس سے لیا ہے۔ دلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے۔ لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوک ہے۔ اب دلوک سے لیکر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اس میں حکمت اور سر کیا ہے۔ قانون قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلل اور انکسار کے مراتب یہی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں۔ اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔ پس یہ طبعی نماز بھی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب حزن اور ہم و غم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اس وقت جب کہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رقت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہو گا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہوا۔ کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو؟ اس قسم کے ترددات اور تفکرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالت دلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اس کی عکسی حالت نماز ظہر ہے۔ اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جب کہ وہ کمرہ عدالت میں کھڑا ہو۔ فریق مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں۔ اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نماز عصر کا نمونہ ہے۔ کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ جب

حالت اور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قرار داد جرم لگ جاتی ہے تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔ یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔ پھر جب حکم سنایا گیا اور کنسٹیبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ روحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوئی۔ اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی حالت کا وقت آگیا تو روحانی نماز فجر کا وقت آگیا۔ اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

القصہ میں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچا تعلق پیدا کرتے ہو اس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو جو دوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو۔ (رپورٹ صفحہ ۱۳۰۔۱۶۷)

(بقیہ خطبہ) قَانِتًا لِلّٰہِ ہونے کے بغیر اس دنیا کو اللہ کیلئے فتح نہیں کر سکتے اپنے نفوس کی بڑائی کیلئے ہم کچھ عددی برتری تو حاصل کر سکتے ہیں مگر اس عددی برتری کا کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آپ کو اور مجھے بھی کہ ان سب نصیحتوں پر ہم عمل در آمد کرنے والے ہوں اور خدا کے نزدیک سچے اور پاک ٹھہریں۔

اقتباس مسیح موعود علیہ السلام کا پڑھنا تھا ابھی وقت ہے ایک دو منٹ۔ یہ میں سنا دیتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

"سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۵ روحانی خزائن جلد ۱۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل فرمائے ......یعنی خدا کے حضور ہم مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں لکھے جائیں نہ کہ اپنے تئیں۔

(بقیہ از صفحہ) کہ اس میں اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہتا۔ اس وقت وہ فنا کے مقام پر ہوتا ہے اور اس کی روح اور جسم پر خدائی عظمت اور قدوسیت احاطہ کرلیتی ہے دراصل یہی وہ مقام عبودیت ہے جس کے حصول کیلئے خالق حقیقی نے اسے تخلیق کیا ہے۔ اور جب خدا کی عنایت سے اسے یہ مقام عطا ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کی ذات جو مخفی در مخفی ہے اس پر جلوہ کرتی اور دونوں عالم کی نعمتیں بھی عطا کر دیتی ہے۔ اس طرح اس محسن حقیقی کا چہرہ نظر آتا ہے اور یہ سجدہ اور اسکی کثرت ہی ہے جو ناممکن کو ممکن بنا دیتا اور عالم میں تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ مقصود کائنات انسان کامل سَیِّدُ وُلْدِ آدم حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو قرآن مجید میں بڑے پیار سے فرماتا ہے "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" کہ سجدہ کر اور خدا کے قریب ہوتا جا۔ پھر سجدہ کر اور خدا کے قریب سے قریب تر ہوتا جا۔ خدا سے ملنے اس کے قرب کے لامتناہی مقامات طے کرنے اور دعاؤں کی قبولیت میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک "کثرت سجود" سے زیادہ نزدیک اور یقینی راہ اور کوئی نہیں۔ خدا کرے کہ جماعت احمدیہ میں ایسے فنافی اللہ ہزاروں کی تعداد میں ہمیشہ موجود رہیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پانے کا ایک ذریعہ

میاں عبدالقیوم راولپنڈی

اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کا اصل اور بنیادی راستہ تو ایک ہی رہا ہے اور رہے گا لیکن اس کی فروعات بہت ہیں۔ یہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لانے اور حتی الوسع اعمال صالحہ بجا لانے کے بعد کبھی تو نماز کے قیام سے ملتی ہے۔ کبھی جہاد فی سبیل اللہ سے ملتی ہے۔ کبھی قرآن مجید پڑھنے پڑھانے سے ملتی ہے۔ کبھی والدین کی خدمت سے ملتی ہے۔ کبھی دعوت الی اللہ سے ملتی ہے۔ کبھی وہ محبت انفاق فی سبیل اللہ سے ملتی ہے تو کبھی وہ کثرت استغفار سے ملتی ہے۔ کبھی وہ کثرت تسبیح و تحمید سے ملتی ہے۔ کبھی وہ کثرت درود سے ملتی ہے اور کبھی وہ خاکساری اور عجز سے ملتی ہے۔ اور پھر خدا تک پہنچنے کی جزا کئی رنگ میں ہے۔ جنت کے مختلف مدارج ہیں۔ جنت فردوس بھی ہے۔ گھنے باغات بھی ہیں۔ دودھ کی اور شہد کی نہریں بھی ہیں۔ نت نئی قسم کی بے شمار نعمتیں اور افضال بھی ہیں۔ مزید تسبیح و تحمید باری تعالیٰ بھی ہے اور اصل جنت تو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کا قرب ہے' محبت اور رضا ہے۔

آیئے ہم رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ایک عاشق صادق جنت کی نعماء میں سے کس نعمت کی خواہش کرتے ہیں:۔

عن ربیعۃ بن کعب الاسلمی خادم رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم ومن اھل الصفۃ رضی اللّٰہ عنہ قال کنت ابیتُ مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم فاتیتہ بوصنوئہ وحاجتہ فقال سلنی فقلت اسئالک مرافقتک فی الجنۃ فقال اوغیر ذلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السّجود (صحیح مسلم باب فضل السجود والحث علیہ)

"حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمیؓ جو آنحضرت ﷺ کے خادم اور اہل الصفہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ رات کو میں (بھی) آنحضرت ﷺ کی خدمت کیلئے آپ کے گھر سویا کرتا تھا۔ رات کو آپ کے وضو کا پانی لاتا اور دوسرے کام کاج کرتا۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا۔ مجھ سے مانگو میں نے عرض کیا کہ میں حضور سے (اس دعا کی) درخواست کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت نصیب ہو۔ حضور نے فرمایا کہ کیا اس کے علاوہ بھی کچھ سوال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بس یہی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اس درخواست کے قبول ہونے کیلئے تم میری مدد کثرت سجود سے کرو۔"

حضرت ربیعہ بن کعب خادم رسول جو اہل الصفہ میں سے ہیں ان کی خدمت کا رنگ اور پھر ان کی دلی خواہش کو دیکھئے۔ انہوں نے اپنی خدمت کیلئے رات کا انتخاب کیا۔ جب ساری دنیا محو خواب اور آرام کر رہی ہوتی ہے۔ جب دنیا کے لوگ بھی نہیں دیکھ رہے ہوتے وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کیلئے حاضر رہتے۔ آنحضورؐ جب سونے کے بعد اٹھتے تو جس کام کیلئے حضور ارشاد فرماتے وہ اسے بجالاتے۔ اور دن کو اپنی قیام گاہ پر چلے جاتے۔

اس خدمت پر جب کچھ راتیں گذر گئیں تو ایک رات رحمۃ للعالمین ﷺ نے از خود حضرت ربیعہؓ سے فرمایا "سَلْنِی" کہ مجھ سے مانگو۔ اس موقعہ پر اگر کوئی عام شخص ہوتا تو بہت ممکن ہے۔ وہ دنیا کا مال و دولت مانگتا۔ یا لمبی اور صحت والی عمر کی درخواست کرتا۔ یا نیک اہل و عیال کی درخواست کرتا اور یا وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کے اعلیٰ مقام کیلئے دعا کی التجا کرتا۔ لیکن حضرت ربیعہؓ جو درخواست کرتے ہیں وہ تو بہت ہی عجیب ہے وہ یہ عرض کرتے ہیں۔ "مرافقتک فی الجنۃ" کہ حضور میری التجا تو یہ ہے کہ مجھے جنت میں حضور کی رفاقت نصیب ہو۔ اس التجا سے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کے دل میں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے جو عشق ہے وہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ وہ محض جنت کی درخواست نہیں کرتے جہاں ظاہری اور باطنی تمام نعماء کثرت سے ہوں۔ وہ دودھ اور شہد کی نہروں والی جنت کی بھی درخواست نہیں کرتے بلکہ وہ آنحضرت ﷺ جہاں بھی ہوں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ درخواست سنی تو فرمایا۔ کیا صرف یہی درخواست ہے۔ کوئی اور سوال تو نہیں؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ عرض کیا کہ حضورؐ بس یہی التجا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود" اس نہایت بلند و بالا مقصد کیلئے تم بھی کثرت سجود سے میری مدد کرتے رہو۔ جتنا ہو سکے خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز رہو۔

اب سوچنے والی بات ہے کہ سجدہ کیا ہے۔ سجدہ دراصل انسان کی سب سے انتہائی عجز و انکسار کی حالت کا نام ہے۔ سجدہ کی حالت میں انسان اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے۔ دراصل انسان سجدہ کی حالت میں دو حقیقتوں کا اعلان کر رہا ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ خاک میں گرا سب سے حقیر ہے دوسرے یہ کہ اس کا رب جو پاک اور قدوس ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دو حقیقتیں ہی اصل حقیقتیں ہیں۔ جنہیں قرآن مجید کی اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ" (فاطر:۱۶)

اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے فقیر اور محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ کیونکہ وہ حد درجہ غنی اور سب تعریفوں کا مالک ہے۔

جب انسان اپنی جبیں خاک پر رکھ دیتا اور اپنے حقیر اور ذلیل ہونے کا احساس اس پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی روح بار بار سبحان ربی الاعلیٰ کہتی ہے تو ایک وقت آتا ہے کہ اس کی روح زمین سے بلند ہو کر آسمان کی بلندیوں سے آگے پرواز کرتی ہوئی خدائے بزرگ و برتر قدوس کے قدموں پر گر جاتی ہے۔ اس وقت خدا اسے اپنے قریب کر لیتا ہے

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی قرآن کریمؑ سے محبت اور اس کی تاثیرات

تحریر: محمود مجیب اصغر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن سے ہی قرآن کریم سے محبت اور عشق تھا آپ کا محبوب ترین مشغلہ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر تدبر کرنا تھا آپ اکثر گوشہ نشین رہتے تھے اور اس گوشہ نشینی میں عموماً تدبر فی القرآن میں مصروف رہتے اس سلسلہ میں بعض روایات ہدیہ قارئین ہیں۔

O

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... مولف حیات احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"آج سے ساٹھ سال پیشتر (تقریباً ۱۸۶۴ء میں۔ ناقل) عام طور پر شرفاء کے لڑکے بعض بڑی بڑی ریاستوں میں اپنے ٹھاٹھ کے ساتھ چلے جاتے اور وہاں بڑے بڑے عہدے حاصل کر لیتے جناب مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم (والد حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود۔ ناقل) ریاست کشمیر میں ایک معزز عہدہ پر رہ چکے تھے اس لئے ان کے ایک برادر زادہ کی تحریک پر مرزا صاحب اور سید محمد علی شاہ صاحب تلاش روزگاہ کے خیال سے قادیان چلے گئے..... آخر جموں پہنچے وہاں آپ کا کام بجز قرآن شریف کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے اور کچھ نہ تھا وہاں ان امور میں منہمک رہتے۔" (حیات احمد صفحہ ۷۶)

۱۸۶۴ء کے قریب آپ سیالکوٹ میں سرکاری ملازم ہوئے اور ۱۸۶۸ء تک آپ کا قیام سیالکوٹ میں رہا۔ حضرت مولوی سید میر حسن صاحب روایت کرتے ہیں:۔

"حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرا

نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے ایسی خشوع و خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔" (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۷۰)

حضرت اقدس کی سیرت طیبہ میں بکثرت روایات قرآن کریم سے محبت و عشق سے لبریز ملتی ہیں اور درحقیقت یہی آپ کی بعثت کا مقصد تھا اور یہی وہ ذریعہ ہے جس سے آپ نے دین حق کی شوکت و عظمت کو پیش کیا۔ ایک روایت ہے کہ آپ دروازہ بند کر کے اور مصلے پر بیٹھ کر قرآن مجید ہاتھ میں لے کر یہ دعا کر رہے تھے

"یا اللہ تیرا کلام ہے مجھے تو تو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں۔" (حیات احمد صفحہ ۱۳۸)

مرزا اسماعیل بیگ صاحب نو دس سال کی عمر کے بچے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آئے وہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ان ایام میں حضرت صاحب کوئی مسودہ لکھا کرتے تھے اور قرآن مجید پر نشان کرتے رہتے تھے....... کبھی کبھی بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب) مجھے بلا لیتے اور...... دریافت کرتے کہ سنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے؟ میں کہتا تھا کہ قرآن دیکھتے ہیں اس پر وہ کہتے کہ کبھی سانس بھی لیتا ہے۔"

مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت سے فارغ بھی ہوتا ہے۔ (حیات احمد صفحہ ۳۴۳-۳۴۴)

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔) (حیات احمد صفحہ ۱۳۵)

O

حضرت مسیح موعود کی بعثت کا مقصد قرآن کریم کے احکامات کو جاری کرنا تھا۔ جب کہ اس کا ظہور ایسے وقت میں مقدر تھا جب کہ قرآن کریم کا علم روئے زمین پر سے اٹھ جائے گا۔ چنانچہ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائیگا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الایمان معلقا عند الثریا لناله رجل من فارس یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت وانا علی ذهاب به لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی

۴۷۲ھ" (ازالہ اوہام: حصہ دوم: روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۵۵)

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اسی اشارہ کے مطابق تھی اور قرآن کریم کی اشاعت کے اسی مقدس کام کی طرف ایک معروف بزرگ اور مجذوب کی پیشگوئی بھی تھی۔ چنانچہ یہ مجذوب بزرگ گلاب شاہ صاحب تھے جنہوں نے آپ کے بارہ میں اسی قسم کی پیشگوئی کی جسے میاں کریم بخش صاحب ساکن جمال پور نے بیان کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرہ الشہادتین میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک بزرگ گلاب شاہ نام ضلع لدھیانہ میں تھا جس نے میاں کریم بخش مرحوم ساکن جمال پور کو خبردی تھی کہ عیسیٰ قادیان میں پیدا ہو گیا اور وہ لدھیانہ میں آئے گا......... عیسیٰ بن مریم زندہ نہیں وہ مرگیا ہے وہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا اس امت کے لئے مرزا غلام احمد عیسیٰ ہے جس کو خدا کی قدرت اور مصلحت نے پہلے عیسیٰ سے مشابہ بنایا ہے اور آسمان پر اس کا نام عیسیٰ رکھا ہے........ جب وہ عیسیٰ ظاہر ہوگا تو تو دیکھے گا کہ مولوی لوگ کس قدر اس کی مخالفت کریں گے وہ سخت مخالفت کریں گے لیکن نامراد رہیں گے۔ وہ اس لئے دنیا میں ظاہر ہوگا کہ تا وہ جھوٹے حاشیے جو قرآن پر بڑھائے گئے ہیں ان کو دور کرے اور قرآن کا اصل چہرہ دنیا کو دکھاوے۔" (تذکرہ الشہادتین: روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۷)

ماموریت کے الہام میں اشاعت قرآن کا اشارہ

۱۸۸۲ء میں حضرت اقدس کو ماموریت کا الہام ان الفاظ میں ہوا

"یا احمد بارک اللہ فیک ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی الرحمن علم القرآن۔ لتنذر قوما ما انذر اباؤھم"

"اے احمد! خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے جو کچھ تو نے چلایا یہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا خدا نے تجھے قرآن سکھلایا تاکہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔"

(تذکرہ: مجموعہ الہامات وکشوف و رؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۴۳، ۴۴)

غرض آپ کی بعثت کا جو مقصد پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا تھا اسی کی طرف ماموریت کے الہام میں اشارہ ہے چنانچہ آپ ایک موقع پر فرماتے ہیں:۔

"خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔"

(براہین احمدیہ: روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۵۹۶ حاشیہ در حاشیہ)

قرآن کریم کے ذریعے غلبہ حق:۔

آپ نے تمام مذاہب پر دین حق کو غالب کرنے کے لئے قرآن کا حربہ استعمال فرمایا اولاً ہندوستان کے آریوں کے ساتھ مباحثے کیے اور وید کے مقابلہ میں قرآن کریم کی برتری ثابت کرنے کے لئے پانچ سو روپے کا انعامی چیلنج دیا پھر آپ نے ساری مذہبی دنیا کو براہین احمدیہ کے اشتہار کے ذریعے دس ہزار روپے کا چیلنج دیا اور عیسائی اور آریہ سماج اور برہمو سماج جو قرآن اور صاحب قرآن کی صداقتوں کو دنیا کی نگاہوں میں مشتبہ کر رہے تھے کا منہ بند کر دیا آپ نے فرمایا:۔

"انعامی اشتہار دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کیلئے جو مشارکت اپنی کتاب فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھیں ہیں ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی ان کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہماری ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ اول: اشتہار روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۲۴)

آپ نے ۱۸۹۶ء میں جلسہ مذاہب اعظم میں قرآن کریم کی اعلیٰ و ارفع تعلیمات پیش کر کے اور زندگی کے بارے میں بنیادی سوالوں کا قرآن سے جواب دے کر سارے مذاہب والوں کے منہ بند کر دیئے اور ساری دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی کہ آپ کا مضمون بالا رہا۔ ۱۸۹۷ء میں آپ نے ضمیمہ انجام آتھم میں اتمام حجت کے لئے ایک اشتہار دیا اور فرمایا:۔

"میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ"

آپ کی ساری تصنیفات قرآنی معارف بیان کرنے اور قرآن کریم کی برتری ثابت کرنے پر مشتمل ہیں یہ صرف چند باتیں بطور نمونہ لکھی گئی ہیں۔ آپ نے دعویٰ کے آغاز پر ہی فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے کہ تا قرآن کریم کے عجائبات مخفیہ اس دنیا کے متکبر فلسفیوں پر ظاہر کرے......
اب وہ ایک جنگی بہادر کی طرح نکلے گا ہاں وہ ایک شیر کی طرح میدان میں آئے گا اور دنیا کے تمام فلسفہ کو کھا جائے گا اور اپنا غلبہ دکھائے گا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو پوری کر دے گا اور پیشگوئی ولیمکنن لھم دینھم کو روحانی طور سے کمال تک پہنچائے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۶۷)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہمارے دائمی فتوحات کیلئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے اور اس کے رموز اور اسرار غیر متناہی ہیں جو بعد تزکیہ نفس اشراق اور روشن ضمیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں خدا تعالیٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہی ہم نے فتح پائی وہ جیسا ایک امی دیہاتی کی تسلی کرتا ہے ویسا ہی ایک فلسفی معقولی کو اطمینان بخشتا ہے یہ نہیں کہ وہ صرف ایک گروہ کیلئے اترا ہے دوسرا گروہ اس سے

محروم رہے بلاشبہ اس میں ہریک شخص اور ہریک زمانہ اور ہریک استعداد کیلئے علاج موجود ہے جو لوگ معکوس الخلقت اور ناقص الفطرت نہیں وہ قرآن کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں۔ (الحق مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

محبت قرآن کے ثمرات:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم قرآن عطا فرمایا اور قرآن کریم کی محبت کے طفیل آپ نے اللہ تعالیٰ کا قرب اور ساری کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور وہ عزاسمہ جس وقت چاہتا ہے بعض معارف قرآنی میرے پر کھولتا ہے اور اصل منشاء بعض آیات کا معہ ان کے ثبوت کے میرے پر ظاہر فرماتا ہے اور میخ آہنی کی طرح میرے دل کے اندر داخل کر دیتا ہے۔" (الحق مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۲۱)

چنانچہ آپ کی تصنیف میں سے جس جس آیت کی آپ نے تفسیر فرمائی (اور اکثر الہامی تفسیر پر مبنی کلام ہے) چن چن کر آٹھ جلدوں میں حضرت خلیفہ المسیح الثالث نے اکٹھا کروانے کا کام شروع کیا جو خلافت رابعہ میں مکمل ہوا تفسیر سورہ فاتحہ کے علاوہ بہت سے مقامات کی بے نظیر تفسیر آپ نے بیان فرمائی انسان کی جسمانی اور روحانی ترقی کے مراتب کو ہی لے لیں ایسی تفسیر کہیں اور نہ ملے گی اسی طرح کئی اور مقامات ہیں جہاں آپ نے دنیا کے منہ بند کر دیئے جن کا لکھنا موجب طوالت ہوگا یہ سب کچھ آپ کو قرآن کریم کے ساتھ عشق اور محبت کے نتیجہ میں ملا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"الحمد للہ ثم الحمدللہ کہ اس نے مجھے قرآن کریم کے انوار سے وافر حصہ دیا ہے اور اس کے موتیوں سے میرے فقر کو دور کر دیا ہے اس نے مجھے اس کے پھلوں سے سیر کر دیا ہے مجھے ظاہری اور باطنی نعماء سے نوازا ہے اور مجھے اپنی طرف جذب کر لیا ہے۔ میں جوان تھا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری حالت یہ رہی ہے کہ جب بھی میں نے کسی دروازہ کو کھولنا چاہا وہ میں نے کھول لیا اور مجھے کسی نعمت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ مجھے عطا کی گئی اور جب بھی میں نے کسی امر سے پردہ ہٹانا چاہا تو میں نے ہٹا لیا اور جب بھی میں نے تضرع سے دعا کی وہ قبول ہوئی اور یہ سب کچھ میری اس محبت کی وجہ سے ہے جو مجھے قرآن کریم اور اپنے آقا اور امام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔"

(ترجمہ از عربی عبارت: آئینہ کمالات اسلام: روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۷، ۵۴۶)

طب و صحت

بیماریوں کی روک تھام

(ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی ایف آر سی پی)

جسم انسانی میں اللہ تعالیٰ نے خون کی نالیوں کا ایک جال سا بچھایا ہوا ہے جس کے ذریعے سے جسم کے تمام اعضاء کو غذا اور آکسیجن مہیا کی جاتی ہے اور وہیں پر پیدا ہونے والے فضلات کو اکٹھا کر کے جگہ کو صاف ستھرا کیا جاتا ہے۔ یہ نظام دل کی دھڑکن سے شروع ہوتا ہے۔ خون کے ذریعے سے جاری ہوتا ہے جو کہ تمام جسم میں سے گردش کرتا ہوا واپس دل میں پہنچ جاتا ہے۔ ایک منٹ میں ایک تندرست نوجوان میں یہ دھڑکن ۷۰، ۸۰ دفعہ ہوتی ہے اور بغیر کسی رکاوٹ کے تمام عمر جاری رہتی ہے۔ غرض یہ ایک حیرت انگیز نظام ہے جو اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے۔

اس نظام میں اگر کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے اور ایسی بیماریاں بہت خطرناک نوعیت کی ہوتی ہیں یہ جسم کے کسی بھی عضو کو متاثر کر سکتی ہیں اور جب خصوصی طور پر اعضائے رئیسہ دل اور دماغ وغیرہ پر اثر انداز ہوں تو بیماری کی نوعیت بہت شدید ہوتی ہے اب ہم ایک تسلسل سے ان بیماریوں اور ان کی روک تھام کے متعلق کچھ بیان کریں گے۔

جسم کی یہ خون کی نالیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ ہوتی ہیں جو خون کو دل سے لے کر باہر کی طرف جاتی ہیں۔ انہیں ہم شریانیں کہتے ہیں۔ ان شریانوں کی بھی کم از کم تین قسمیں تو ضرور ہیں جو ان کی بناوٹ اور کارکردگی کے اعتبار سے سامنے آتی ہیں۔ سادہ زبان میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ شریانیں بڑے درمیانہ اور چھوٹے سائز کی ہوتی ہیں ہر ایک کی بناوٹ الگ ہوتی ہے اور کام بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کی بیماریاں بھی الگ الگ ہوتی ہیں اور ان بیماریوں کی روک تھام بھی ہم علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔ بڑی اور درمیانی سائز کی شریانوں کی سب سے اہم بیماری یہ ہے کہ ان خون کی نالیوں کی اندرونی سطح ٹیڑھی میڑھی اور تنگ ہو جاتی ہے۔ اسے Atheroscierosis کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جوں جوں انسان کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ خون کی ان نالیوں کی دیواریں جو شروع شروع میں ایک عمدہ ربڑ کی طرح الاسٹک اور نرم ہوتی ہیں آہستہ آہستہ سخت ہو جاتی ہیں۔ یہ تبدیلی عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں متعلقہ عضو کو پہنچنے والی خون کی مقدار گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اگر متاثر ہونے والا عضو دل یا دماغ ہو تو اس کے نتیجے میں دل کا دورہ یا فالج کی قسم کے مہلک اور خطرناک امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ بیماری کیوں پیدا ہوتی ہے؟ جب ہم بیمار نالیوں کا معائنہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نالیوں کی اندرونی سطح کے نیچے کچھ مواد جمع ہو جاتا ہے۔ اس مواد کا تجزیہ کیا جائے تو

اس میں چربی پائی جاتی ہے۔ یہ چربی کہاں سے آتی ہے؟ اور خون کی نالیوں میں کیوں اکٹھی ہو جاتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب معلوم کرنے کیلئے موجودہ زمانے میں بہت ریسرچ ہوئی ہے اور اب تک جاری ہے۔ کچھ جوابات تو مل چکے ہیں لیکن بہت سے معاملات ابھی تک ناقابل فہم ہیں۔ بعض امور جو سامنے آچکے ہیں وہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے اہم تو عمر ہے۔ عام طور پر یہ بیماری بڑی عمر کے لوگوں کو متاثر کرتی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ بیماری کے بد اثرات پہلی دفعہ اس وقت سامنے آتے ہیں جب کہ بیماری بہت بڑھ چکی ہوتی ہے اور مریض کے تمام اعضاء متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک امر جو حیرت کا باعث بنا ہے وہ یہ ہے کہ بعض ایسے ممالک میں جہاں پر یہ بیماری وبائی صورت اختیار کر چکی ہے۔ وہاں اگر بچوں اور نوجوانوں کی خون کی نالیوں کا معائنہ بھی کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بیماری بہت چھوٹی عمر میں شروع ہو جاتی ہے۔ بچے بھی متاثر ہو جاتے ہیں اور نوجوان بھی۔ اس سے سبق یہ ملتا ہے کہ بیماری بہت چھوٹی عمر میں شروع ہو کر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے اور جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تب اس کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے اگر اس کی روک تھام کرنی ہے تو چھوٹی سی عمر سے روک تھام کے کام کو شروع کرنا ہوگا۔

پھر ایک بات یہ سامنے آئی ہے کہ ایک ہی ملک میں معاشی حالات بدلنے کے نتیجے میں بیماری کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ مثلاً بعض ممالک جہاں پر بیماری وبائی صورت اختیار کر چکی تھی وہ جب جنگ سے متاثر ہوئے اور ان کے معاشی حالات ابتر ہو گئے تو بیماری کی صورت بالکل بدل گئی۔ ایک اور بات جو بڑی دلچسپ ہے وہ یہ ہے کہ مختلف ممالک میں مریضوں کی متاثر ہونے والی خون کی نالیاں مختلف ہیں۔ مثلاً ایک ملک میں دل اور دماغ کی نالیوں کے ساتھ ساتھ مریضوں کی ٹانگوں کی نالیاں بھی متاثر ہو جاتی ہیں۔ جب کہ دوسرے ملک میں ٹانگوں کی نالیاں متاثر نہیں ہوتیں۔ پھر بعض علاقوں میں جب بیماری پیدا ہوتی ہے تو خون کی ہر نالی پر اثر ہوتا ہے لیکن دوسرے علاقوں میں صرف چند نالیاں متاثر ہوتی ہیں اور باقی نالیاں بالکل صاف ہوتی ہیں اسی قسم کے بہت سے حقائق سامنے آچکے ہیں اور ان سب کا اس مرض کو سمجھنے اور پھر ان کی روک تھام سے تعلق ہے بعض بیماریوں مثلاً ذیابیطس اور بلڈ پریشر بڑھنے کا بھی ان بیماریوں سے گہرا تعلق ہے۔ ان کی وجہ سے خون کی نالیوں پر جو اثرات ہوتے ہیں ان بیماریوں کی روک تھام ابتدائی عمر سے ہی شروع ہونی چاہئے۔ روک تھام کے اعتبار سے غذا کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ایک متوازن غذا جس میں غذائی اجزاء مناسب مقدار میں ہوں یعنی نشاستہ، چربی اور لحمیات کی مقدار مناسب ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرا اجزا یعنی حیاتین اور نمکیات بھی موجود ہوں جو صحت کو برقرار رکھنے اور ان بیماریوں سے بچنے کیلئے اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ غذائی اجزا، اناج، پھل، سبزی، گوشت، دودھ مکھن اور دیگر روغنیات سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان تمام اشیاء کی مناسب مقدار غذا میں ہونی ضروری ہے۔ اگر مقدار ضرورت سے زیادہ یا کم ہو تو دونوں صورتوں میں مضر اثرات رکھتی ہیں۔ اصل اور اہم سوال یہ ہے کہ کسی غذا کی کونسی مقدار مناسب ہے؟ دنیا کے مختلف خطوں میں کھانے پینے کی عادات اور رواج مختلف ہوتے ہیں اسی طرح پکانے کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں جو غذاؤں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تجربہ سے یہ پتہ چلا ہے کہ خون کی نالیوں کی بیماریوں کو غذا میں چربی کے استعمال سے گہرا تعلق ہے۔ غذا کی چربی دو قسم

کی ہوتی ہے ایک وہ جو جانوروں سے حاصل ہوتی ہے جیسے گھی، مکھن اور گوشت کے ساتھ والی چربی اور دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو نباتاتی اشیاء سے حاصل ہوتی ہے جیسے بیجوں والے تیل ہوتے ہیں ان کی کیمیاوی ماہیت میں فرق ہوتا ہے اور یہ خون کی نالیوں کی بیماریوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جانوروں کی چربی کے استعمال کی کثرت خون کی نالیوں میں بیماری پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اگر ایسے لوگوں کے خون کا تجزیہ کیا جائے جو یہ چربی استعمال کرتے ہیں تو اس میں Cholesterol وغیرہ کی مقدار بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور اگر ان غذاؤں کا استعمال روک دیا جائے تو خون میں یہ چیز کم ہو جاتی ہے۔ بہت سے تجربات سے معلوم ہو چکا ہے کہ ایسی تبدیلی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ عملی طور پر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غذا میں گھی اور مکھن کی مقدار کم ہونی چاہئے۔ اسی طرح انڈوں کی زردی جو Cholestrol کے بڑھنے کا موجب ہے اسے بھی کم مقدار میں استعمال کرنا چاہئے۔ ایک یا دو انڈے ایک ہفتے میں ایک عام تندرست آدمی کیلئے مناسب ہوں گے۔

پھر دودھ کے مختلف اجزاء میں بھی ایک حصہ Fats کا ہوتا ہے۔ اگر دودھ سے بالائی کو الگ کر دیا جائے تو ایسا دودھ ۴۰ سال کی عمر سے زیادہ کے افراد کے لئے یا ایسے لوگوں کے لئے جو دفتری کام کرتے ہیں اور ان کے معمولات میں ورزش کا عمل دخل نہیں ہے۔ زیادہ مناسب ہوگا۔ ہمارے ملک میں چھاچھ کے استعمال کا رواج ہے اور اکثر گاؤں میں صبح کے وقت دہی بلو کر مکھن نکال لیا جاتا ہے اور چھاچھ رہ جاتی ہے وہ شوق سے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ چیز صحت کے لئے بہت مفید ہے اور پاکستان کے دیہات میں رہنے والے عوام کی غذائی ضرورت کے ایک بڑے حصے کو پورا کرتی ہے۔ اس کے استعمال کو فروغ دینا چاہئے۔ لیکن ترش یا باسی چھاچھ سے پرہیز کرنا چاہئے گاڑھی چھاچھ خاص طور پر بچوں، عورتوں اور ہاتھ سے کام کرنے والے مزدوروں کے لئے بہت مفید چیز ہے کیونکہ اس میں حیاتین (Proteens) اور کیلشیم Calcium وافر مقدار میں ہوتے ہیں۔

جانوروں کے گوشت میں بھی چربی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ گوشت کی بعض قسموں میں کم اور بعض میں زیادہ چربی ہوتی ہے عام طور پر گمان کیا جاتا ہے کہ پرندوں اور مچھلی کے گوشت میں ایسی چربی جو صحت کو نقصان پہنچاتی ہو وہ کم ہوتی ہے۔ لیکن اس قسم کے گوشت مہنگے ہوتے ہیں اور عام آدمی ان کو استعمال نہیں کر سکتا۔ دوسری قسم کے گوشت یعنی گائے اور بکری کا گوشت بھی استعمال کرنا چاہئے لیکن مقدار میں کم اور ہمیشہ سبزی کے ساتھ ملا کر پکانا چاہئے۔ سبزی کا ایک خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے غذا میں Fiber کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور اس وجہ سے غذا کے مختلف اجزاء مثلاً نشاستہ اور چربی وغیرہ کی Absorption پر اس کا اثر پڑتا ہے اور ان کے مضر اثرات کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔

Monthly ANSARULLAH Rabwah
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No. CPL-92
November 1997

محبت سے بھری ہوئی یادِ الٰہی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" غرض محبّت سے بھری ہوئی یادِ الٰہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہٖ اس مسافر کی طرح وہ کرتے رہتے ہیں جو ایک دشت بے آب و دانہ میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے۔ واہب مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا ہوا ہے جو محبّتِ ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلاء کا آخری مرتبہ ہے اور درحقیقت اس مرتبہ پر انسان کے لئے محبّت سے بھری ہوئی یادِ الٰہی جس کا شرعی اِصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے بلکہ وہ بار بار جسمانی رُوح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے علیحدہ ایک دَم بھی بسر کرنا اپنی موت سمجھتا ہے اور اس کی رُوح آستانۂ الٰہی پر ہر وقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اس کا خدا ہی میں ہو جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ مَیں اگر ایک طرفۃ العین بھی یادِ الٰہی سے الگ ہوا تو بس مَیں مرا۔ اور جس طرح روٹی سے جسم میں تازگی اور آنکھ اور کان وغیرہ اعضاءُ کی قوتوں میں توانائی آجاتی ہے اسی طرح اس مرتبہ پر یادِ الٰہی جو عشق اور محبّت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی روحانی قوّتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوّتِ کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور کان خدا تعالیٰ کے کلام کو سُنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلیٰ اور اصفیٰ طور پر جاری ہو جاتا ہے اور رؤیائے صادقہ بکثرت ہوتے ہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم - روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)